سائرہ رضا

وہ پہلی بار جب ملے

"زوں... زں... ں... ں... زوں..."
ڈرل مشین کی مسلسل چلتی آواز اس کے اعصاب کا کڑا امتحان تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج کے تھری سیٹر صوفے کی درمیانی نشست پر پیر لٹکائے سینے پر بازو لپیٹے بیٹھا تھا۔
پلکیں جھپکائے بنا' کریم کلر کی دیوار کو گھور رہا تھا۔ تصور کی آنکھ جو منظر کشی کر رہی تھی' وہ اس کے صحت مند چہرے' سرخ و سفید رنگ کو لال انگارے میں بدل رہی تھی۔ اور منہ سوج سوج کر اس غبارے کی مانند ہو رہا تھا جس کے پھٹنے میں بس اگلا منٹ درکار ہو۔
فون کب سے بج رہا تھا۔ وہ اپنی غصیلی سوچوں میں بری طرح تو گم تھا ہی' مگر ڈرل مشین کے شور میں آواز سنائی نہیں دی تھی۔ ڈرل مشین پل بھر کو رکی [illegible] بیل نے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے آواز کے تع[illegible] میں فون تلاشا تو خود ہی تقریباً" فون پر چڑھا بیٹھا تھا۔
"سات مسڈ کال' اوتو۔"
"ہیلو' ہیلو' وعلیکم السلام!"
"نہیں! میں کمرے میں نہیں تھا۔"
"کمرے میں نہیں تھے تو کہاں تھے... اور یہ [illegible] شور کیسا ہے' لگتا ہے جیسے کوئی ڈرل مشین چل [illegible] ہو کیا ہو رہا ہے؟"
"نہیں' نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ [illegible] سے دوسرے کمرے کی جانب بڑھا۔
"آپ بتائیے! طبیعت ٹھیک ہے نا؟ شوگر [illegible]

مکمل ناول

ہے اور موسم کیسا ہے؟"

"ارے! یہاں آکر سارے دلدّر دور ہو گئے ہیں۔ میرے بھی اور تمہاری دادی جان کے بھی۔ کعبے پر پہلی نظر پڑنے کی دیر تھی۔ لوگ حج کرنے کے بعد کی زندگی کو نیا جنم کہتے ہیں۔ ہم تو اس پہلی نگاہ میں ہی دھلے دھلائے ہو گئے۔ یہ کوئی نیا آسمان ہے' نئی زمین اور ہم بھی وہ نہیں جو گھر سے نکلے تھے۔ نئے نئے سے' خود اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو پہچان نہیں پاتے۔"

ہر زائر کی طرح دادا جان پر بھی مکّہ کا فسوں چڑھ گیا تھا۔ وہ کہنے کو اس کا حال چال پوچھنے کو فون کرتے تھے' مگر قصے سارے اپنے کہتے تھے۔

"آپ خوش نصیب ہیں دادا جان!" وہ مسکرایا۔ اسے ان کی مسکراہٹ بہت خوشی دے رہی تھی۔

"بالکل' بالکل! یہاں آکر یقین آگیا۔" دادا جان خوش دلی سے ہنسے۔ "تم سناؤ! بجھے بجھے لگ رہے ہو۔ بور ہو رہے ہو نا؟ بس بیٹا چند دن اور......"

"اٹس او کے! آپ میری فکر نہ کریں۔ دادی جان ٹھیک ہیں نا اور......"

"وہ ٹھیک ہیں۔ انہیں یہاں کوئی اسکول کے زمانے کی دوست مل گئی ہے۔ دونوں بڑھیائیں اپنے اپنے گناہوں کی معافی اکٹھے ہی مانگتی ہیں۔ ہاہاہا۔"

"بری بات دادا جان۔" وہ جو بہت دیر سے تن کے بیٹھا تھا' بیڈ پر ڈھیلا سا ہو کر نیم دراز ہو گیا۔

"بھابھی بیگم کیسی ہیں؟ میری ان سے بات ہی نہ ہو سکی۔ بٹیا کا فون بھی بند جا رہا ہے۔ تم تو میری بات کروانا..... اور تم ان کا خیال رکھ رہے ہو نا؟ کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے' نہ ہی کسی کو شکایت۔" دادا جان دھیان آنے پر ہمیشہ کی یاددہانی کروانے لگے۔

وہ دوبارہ تن کے بیٹھ گیا (انہیں اب میری کیا ضرورت..... مجھ سے بہتر خیال رکھا تو جا رہا ہے۔)

"جی دادا جان! رکھتا ہوں خیال..... آپ فکر مند نہ ہوں..... چاچو کدھر ہیں؟"

"تمہاری دادی جان تمہارے کھانے کے حوالے سے فکر مند ہو رہی ہیں کہ باہر کا گند مند کھاتا ہو گا... نے تشفی کروائی بھابھی بیگم اور نوین بیٹا ہیں نا... جو مرضی کھاؤ پیو' مگر ناشتا گھر کا بنا ہوا کرنا سمجھے... تمہارے چچا......"

اس نے دیوار گیر گھڑی پر ٹائم دیکھا۔ دن کے... بج رہے تھے اور ابھی تک اس نے ناشتا نہیں کیا... دیر سے سو کر تو اٹھا تھا۔ مگر دیکھو جو ذرا پروا ہو...

"چندا ناشتا کر لو..... خالی پیٹ چائے مت لینا۔ پہلے... کھا لو" "اور اب دیکھو! مجال ہے جو تین دن سے... ہو' زندہ ہو یا مر گئے..... ہاہ! اور دادا جان کہتے ہیں گھر کا... ہوا ناشتا.....؟"

اس نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ناشتے کا تصور کیا۔ جلے اکڑے سیاہ توس..... انڈے کی زردی گزرے وقت کی طرح اس کے ہاتھوں سے پھسل پھسل گئی۔

"رہی چائے... وہ چائے کے مخصوص ذائقے کا عادی تھا۔ مناسب چینی' مناسب پتی اور مناسب دودھ' نہ کم اور نہ زیادہ بلکہ زیادہ تو حلق سے بھی نہیں اترپاتی اور... خود سب کام کر لیتا تھا' مگر اپنی ہی پسند کے فلیور کی چائے نہیں بنا پاتا تھا۔ دادی جان بنا دیں' دادی بیگم بنا دیں یا پھر۔ اسے یکدم یاد آیا۔ اس کے ہاتھ کی چائے پر کیا جانے والا تاریخی تبصرہ۔

"توبہ... توبہ..... یہ چائے ہے۔ اسے چائے کہتے ہیں۔ غضب خدا کا۔ چینی کا ڈھیر' پتی کا ڈبا الٹ دیا گویا اور دودھ توبہ! رنگ دیکھو' چائے ہے یا کاڑھا۔ خبردار! جو تم نے آج کے بعد مجھے کبھی چائے کی آفر کی۔ پکڑو اپنی پیالی... توبہ توبہ..... چائے پئیں گی ہمیں اپنے ہاتھوں سے بناؤں گا۔" اس کے لہجے کی نقل اتار کر پیالی میز پر پٹخ کر رکھی تھی۔

"کالے منہ والی بدکردار چائے۔ نہ شکل' نہ عقل' نہ رنگ' نہ ذائقہ' حلق کڑوا کر دیا۔"

اور وہ جو اپنی چائے کی اس کردار کشی پر رو نکھا ہو... تھا۔ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

"اب خیال نہیں آرہا۔ تین دن سے میں وہی کالے منہ والی بدکردار چائے پی رہا ہوں گا۔ سچ ہے بھئی! دنیا مطلب کی۔ جب کوئی نہیں تھا تو میں تھا۔ اب جب کوئی ہے تو میں کیوں ہوں گا؟"

دادا جان کو جھوٹی سچی کہہ سنا کر اس نے فون رکھ دیا۔

پہلے سوچا پزا کا آرڈر دے' مگر تین دن سے پزا ہی تو کھا رہا تھا۔

اوں ہوں!" یہ..... خیال رد کیا' پھر..... دودھ پی کر کچھ غور کرنے کا سوچا' مگر لاؤنج میں آتے ہی ڈرل مشین..... مانو دماغ گھوم گیا۔

"فی الوقت گھر سے بھاگ جانے سے اچھا خیال کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔"

☼ ☼ ☼

"آپ کو خبر ہے لڑکیوں کی تربیت کتنا نازک اور اہم کام ہے؟" تو ال کے ہاتھ میں لمبی پتلی سی چھڑی تھی جو کل مالی سے لان کی چھٹائی کرواتے ہوئے اس نے نجانے کہاں سے توڑ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی۔ اب اسے تول تول کر اپنے ہاتھ پر خود ہی مارتے ہوئے اس کے خطاب کا وقت ہو گیا تھا۔

"پہلے زمانے کی لڑکی پردے میں سب کی نظروں کے درمیان پروان چڑھتی تھی اور اسے اس وقت خطرہ تھا' صرف خاندان کے کسی کزن سے' چاچے' مامے کے لڑکے سے یا کوئی شیر دل ہمت کرکے رقعہ بھیج دے تو جیسے آخری حد..... اور لڑکیاں گھر سے نکلتی کب تھیں۔ سال میں ایک دو مرتبہ کسی شادی عقیقے پر جب سب گوٹے لپٹے پہن کر اکٹھے ہوتے..... تو اگر کسی بے چارے کی کسی بے چاری سے نگاہ مل جاتی تو بس جی! اگلے روز رشتہ' چھ ماہ بعد شادی..... دی اینڈ..... جبکہ۔" اس نے چھڑی کرسی کی ہتھی پر برسائی۔

"جبکہ آج کی لڑکی کے لیے جگہ جگہ خطرات ہیں۔ جیسے اسکول' کالج' یونیورسٹی' کوچنگ' ڈرائیورز' موبائل فون' انٹرنیٹ..... ہر جگہ خطرہ ہی خطرہ..... چلتے رستے پر اتنی بہت ساری کہانیاں' سنبھل کر چلیں تو چلیں' ورنہ گرنے کے چانسز زیادہ..... سو آج کل کی لڑکیوں کے لیے زیادہ مشکلات اور خطرات ہیں اور ان کی تربیت ایک بالکل نئے انداز سے کرنے کی اشد ضرورت ہے۔" وہ کھڑی ہو گئی۔

"اور مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے....." ڈرامائی وقفہ دیا۔ "کہ نانا میاں نے آپ دونوں کی تربیت پر بالکل توجہ نہیں دی۔ اور وہ بھی نئے زمانے کے حساب سے..... چچ چچ..... آپ دونوں قطعی طور پر ناموزوں ثابت ہوئی ہیں۔"

وہ جیسے شدید صدمے سے اب مزید بولنے سے قاصر تھی۔

اس کی لترلتر چلتی زبان سے سحرزدہ نوین تو اول روز ہی سے اس کی زبان دانی کی قائل ہو گئی تھی اور دس روز سے اس کے تمام سنہری کلمات سے فیض یاب

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول
دل کے موسم
مریم عزیز
قیمت 250 روپے
ننگے پاؤں
نگہت سیما
قیمت 250 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37، اردو بازار، کراچی

ہو رہی تھی۔

نوال کا منہ کھلتا تو نوین کا سارا وجود سماعت کا آلہ بن جاتا۔ نجانے کس پل کیا سننے کا مل جائے، مگر یہ جملہ... وہ کرسی پر بیٹھی تھی کہنی ہتھی پر اور بند ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکی تھی۔ نوال کا جملہ سمجھ میں آیا تو جیسے ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"لڑکیاں! کون لڑکیاں... یہاں کون سی لڑکیاں ہیں؟" اس نے چہار جانب دیکھا۔

کن دو لڑکیوں کی تربیت میں چوک ہو گئی تھی؟ اس گھر میں تو وہی دو تھیں۔ ایک وہ نوین منیر، عمر بتیس سال اور دوسری اس کی امی زینت منیر... تو کیا ان دو لڑکیوں؟ کی تربیت خراب ہو گئی، مطلب غلط کی گئی۔

"بتیس سالہ نوین منیر اور چونسٹھ سالہ زینت زوجہ منیر خان۔"

نوال ضمیر خان جیسے ہار مان کے بیٹھ گئی۔ اپنی نانی زینت منیر خان کا ہراساں چہرہ اس کے سارے خطاب پر پانی پھیر رہا تھا۔

اگلے پل نوین اپنی امی کے ہمراہ ہنسی سے دہری ہو گئی تھی۔

"لڑکیاں؟" ہنسی رکتی تو لفظ "لڑکی پر ایک بار پھر پھوٹ پڑتی۔ ہنسی کے رکنے تک وہ خطرناک حد تک سنجیدہ ہو چکی تھی۔

"تو کیا آپ لوگ لڑکیاں نہیں ہیں؟ لڑکے ہیں کیا... ؟ اور اتنی بھی ہنسنے کی بات نہیں... یہ ہنسی کا نہیں رونے کا مقام ہے، اس قدر ناکارہ... اف... میں تو تصور نہیں کر سکتی ایسی زندگی کا، جیسی آپ لوگ گزار رہی ہیں، محتاجی کی زندگی، بلکہ احترام ملحوظ خاطر... نکمی... ہڈ حرامی والی، بزدل زندگی..."

☼ ☼ ☼

ضمیر بھائی کا فون ہر بار خوشی، بے فکری اور پل بھر کے لیے ہی سہی، ہر شے کو بھلا دینے والا ٹانک ہوا کرتا تھا۔ جب سے انہوں نے بتایا کہ نوال کراچی آنا چاہ رہی ہے اور ان کے ہاں رہے گی۔ اور... اور اگر اس کا مائنڈ سیٹ ہوا اور موڈ بن گیا تو وہ آنرز کے لیے "جامعہ کراچی" میں داخلہ بھی لے سکتی ہے۔

اور ظاہر ہے جب جامعہ کراچی میں داخلہ لے گی تو رہے گی بھی یہاں ان کے گھر اور دوسرا کون ہے یہاں، جہاں جا کر وہ رہے؟ کیا نانی کا گھر ہوتے ہوئے ہاسٹل میں رہے گی۔

ان دونوں کی تنہا... یکدم تنہا، اداس، بے رنگ زندگی میں نوال کی آمد... خوشی، رنگ آس امید، ہنسی بن کر اتری...

نوین تنہائی پسند تھی یا تنہا رہ رہ کر اب عادی ہو چکی تھی۔ اس نے پہلے نوال کے لیے اپنے کمرے میں جگہ بنانے کا ارادہ کیا، پھر یہ سوچ کر دوسرا کمرہ تیار کیا کہ شاید وہ اپنے لیے علیحدہ کمرے کی خواہش کرے بوجہ پرائیویسی۔

زینت بیگم نے کچن ہر طرح کے کھانے پینے کے سامان سے بھر لیا، دیسی بدیسی۔ گھر ایسے صاف ستھرا ہوا کرتا تھا، جیسے کسی شیشے کے بکس میں بند ہو، مگر دونوں نے مل کر کونے کھدرے بھی جھاڑ ڈالے جیسے نوال انسپکشن کے لیے آنے والی ہو۔

نوال اٹھارہ برس کی تھی۔ ایک طلسماتی گنگناتی عمر کا دور... مگر زینت بیگم کے دماغ میں نجانے کیا سمایا یا ان کے تصور میں وہی بچی تھی، جب اسے پہلی بار گود میں لے لیا تھا۔

انہوں نے ایک بے حد خوب صورت باربی ڈول بمعہ لوازمات کے کمرے میں سجا ڈالی۔

نوین ان کی آخری عمر کی اولاد تھی۔ ان کی پہلی اولاد نعمان تھا اور دونوں بچوں کے بیچ بارہ برس کا فرق تھا۔ وہ تو بس ایک اکلوتے بیٹے ہی کو پال رہے تھے۔ نوین کی پیدائش بہت خوشی کا باعث تھی۔ مگر وہ جتنی توجہ نعمان کو دیتے تھے، نوین ذرا سی نظر انداز ہو گئی۔ نعمان اپنی بیماری کے باعث ہم عمروں سے پیچھے رہ گیا۔ وہ کچھ غصیلا ہو گیا تھا۔ اگلی کلاس میں جانے والے فیلوز آوازے کستے تھے... وہ ایک لائق اور ذہین طالب علم تھا۔ فقط امتحان کے مہینے میں شدید بیماری کے باعث امتحان نہ

دے سکا۔ اس کا پچھلا ریکارڈ اس بات کا متقاضی تھا کہ اسے اگلی کلاس میں ترقی مل جاتی، مگر منیر خان کی اصول پسند فطرت نے اس چیز کو سخت ناپسند کیا۔

نتیجتاً" ہونے والے نفسیاتی بدلاؤ سے نبٹنے کے لیے دونوں میاں بیوی کو بہت محنت کرنا پڑی۔ نوین فطرتاً" نازک، خاموش طبع اور خود میں گم رہنے والی لڑکی تھی۔ اس نے اپنی دنیا بسائی ہوئی تھی۔ گڑیوں، کھلونوں اور کتابوں کے ساتھ اب منیر خان کی دس ماہ پہلے ہونے والی موت نے زینت بیگم اور نوین کو ایک دوسرے کے نزدیک کر دیا تھا۔

نعمان سالوں پہلے باہر پڑھنے گیا تھا اور اب اس کے اپنے بچے وہاں پڑھتے تھے کہ اس نے وہیں سے گوری حسینہ پسند کی اور رہائش کے لیے اسی دیس کو چن لیا۔

وہ باپ کے انتقال کی خبر سن کر ترنت پہنچا۔ اس نے تمام انتظامات سنبھال لیے تھے۔ مگر اسے واپس جانا تھا۔ اس نے ماں سے قطعاً" ضد نہیں کی کہ وہ ان کے ساتھ چلیں... وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی نہیں جائیں گی... وہی اپنا ملک، خاندان... مذہب... کلچر اور اینٹ اینٹ جوڑ کر بنایا جانے والا گھر... مرحوم شوہر کی نشانیاں...

سو جب بیٹے کے ساتھ نہیں گئیں تو اپنی پسندیدہ چیزوں کے ہمراہ رہیں... ہاں مگر ان سب من پسند چیزوں میں ایک چیز تنہائی بھی شامل کر لی جائے اور اب یہی تنہائی خاموشی اور سناٹے کو توڑنے نوال ضمیر آ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے اپنی آمد کے پہلے پل سے لے کر ان دونوں کو اتنا حیران کر دیا تھا کہ اب تو اپنی مسلسل حیرت پر بھی حیرت نہیں ہوتی تھی۔

سب سے پہلے تو اس کی ڈریسنگ اور ہینڈ بیگ کے ہمراہ پشت پر لگے بیگ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئیں۔ اتنا چھوٹا بیگ، جس میں بمشکل دو جوڑے اور ایک جوتا آیا ہو گا۔ تو کیا وہ بس دو چار دن رہے گی؟ ضمیر بھائی تو کہہ رہے تھے عید کر کے جائے گی۔

اور کپڑے... اگر جو منیر خان حیات ہوتے؟

جاگرز کے اوپر جینز کے پائنچے مڑے ہوئے تھے۔ گول دامن کی لمبی قمیص ٹخنوں کو چھوتی تھی۔ اوپر چیک کا مردانہ کالر، کف اور ڈھکن والی جیبیں سر پر اسکارف لپٹا تھا۔

ان دونوں سے گلے مل کر وہ صوفے پر ڈھے گئی۔ ٹانگیں تپائی پر رکھیں اور چٹکی سے اسکارف اتار کر زمین پر چھوڑ دیا۔ بالوں کا کلپ کھول کر گود میں رکھا تو ریشمی گھنگھریالے بال چہرے اور شانوں پر بدلیوں کی طرح چھا گئے۔

"تمہارا سامان نوال!" زینت بیگم کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"یہ ہے ناں۔" اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور کھول کر تپائی پر الٹ دیا۔ دو جینز، ایک ٹائٹس اور چار شرٹس، ایک چھوٹی سی تھیلی میں شاید پونیاں وغیرہ۔

"بیٹا! تم تو عید تک رہو گی ناں... یا پھر بس ملنے آئی ہو۔ دو چار روز کے لیے؟ ضمیر تو کہہ رہا تھا کہ..."

زینت بیگم کے چہرے پہ مایوسی پھیل گئی۔

"اوہ نو نانی جان۔" وہ بھانپ گئی اچک کر ان کے گلے لگ گئی۔ گال پر زور کی پپی دی "ضمیر ہمیشہ سچ کہتا ہے۔" اس نے نوین کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر آنکھ دبائی۔

اپنے باپ کے نام کا ایسا استعمال... نوین کا چہرہ حق دق رہ گیا۔

"تو اتنے کم کپڑوں میں اتنے دن کیسے گزریں گے؟" زینت بیگم کپڑوں کو دیکھ کر بدمزا ہوئی تھیں۔ اول تو انہیں کپڑوں کا اسٹائل ہی پسند نہ آیا تھا اور دوئم اتنے بدرنگ کپڑے، کالی، نیلی اور گرے جینز... سفید ٹائٹس گرے، براؤن سی گرین اور سفید رنگ کی شرٹس۔

"تو کیا کراچی میں بازار نہیں ہیں؟ میں تو نہیں لا سکتی بڑے بڑے صندوق بھر کے خوامخواہ... میں نہا کر فریش ہو لوں تو چلیں گے شاپنگ پر۔ آپ کھانا لگائیے! میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔"

وہ مسلسل بولتے ہوئے بیگ میں واپس کپڑے ٹھونس رہی تھی۔ سفید ٹائٹ اور گرے بیگی شرٹ کندھے پر ڈال لی۔ شرٹ کے گلے میں سفید اور گرے اسکارف ٹھنسا ہوا تھا' یہ یقیناً اس کی امی کا کام تھا۔

بیگ ہی سے نفیس دوپٹا نکال زمین پر پھینکا۔

"کتنی دیر میں نکلو گی' میں کھانا لگاؤں؟" زینت بیگم نے صبح سے اس کے انتظار میں کھانا نہیں کھایا تھا۔

"بس دو منٹ میں... ویسے تو میں دیر سے نکلتی ہوں' مگر آپ کو بھوک لگ رہی ہے... ہے ناں؟ بس دو منٹ۔"

زینت بیگم نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ شوگر پیشنٹ ہیں نانی جان! اور صبح سے بھوکی بھی ہیں۔ چہرہ سب کہہ دیتا ہے۔" اس نے ایک بار پھر آنکھ میچی۔ زینت بیگم کا چہرہ لال ہو گیا۔

"ہاہاہا... شرماتے ہوئے آپ کتنی کیوٹ لگ رہی ہیں... اف! اس نے پھر آنکھ میچی۔ نوین کا ماتھا ٹھنکا۔

"یہ حرکت تم خود کرتی ہو یا کوئی ٹیکنیکل خرابی ہے؟"

"واہ... واہ۔" اس نے آنکھیں مٹکائیں اور ہاتھ نچائے۔ "اتنی بھی سیدھی نہیں ہیں۔ آتے ہی پوائنٹ مار دیا واہ! نوال ضمیر کا خیال تھا کہ اسے پوائنٹ مارنے والا آج تک کوئی مائی کا لال پیدا نہیں ہوا' مگر افسوس عالم بے خبری... ہاہ! کراچی کی ایک "مائی" سالوں پہلے ایسا "لال" بلکہ "لال' سرخ" پیدا کر چکی ہے۔"

اس نے مائی کہہ زینت بیگم کو دیکھا اور نوین کی بے ساختہ ہنسی سے ہونے والے سرخ چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

زینت بیگم حیرانی کی شدت سے مسکرا بھی نہ سکیں۔ ان کی آنکھیں ابل رہی تھیں۔ نوین ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے صوفے پر ڈھے سی گئی۔

☼ ☼ ☼

"میں تو تین دن میں عاجز آ گئی اور آپ تیس برس سے ایسی ہی زندگی گزار رہی ہیں مجھے نہیں معلوم تھا نانا اتنے تنگ نظر' انتہا پسند اور... کتنے مزے سے آپ کو اپنی پسند کی لاٹھی سے ہانکا اور آپ کیا خوب مزے سے رہٹ پر بندھے بیل کی طرح گھومتی جا رہی ہیں۔ گھومتی جا رہی ہیں۔ آنکھ پر بندھی پٹی ہٹا کر دیکھیں! دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور' اور... اب تو وہ نہیں ہیں... اور آپ پھر بھی... مائی گاڈ۔"

وہ اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

نوین اس کے بچکانہ انداز پر بردباری سے مسکراتی رہی۔

"اوہ! آئی سی... وہ کیا کہتے ہیں...

اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے... اور آگے..."

"اب رہائی ملے گی تو مر جائیں گے۔"

نوین نے اس کے اٹکنے پر شعر پورا کیا۔

"واہ واہ... یہ شعر مکمل کیا ہے یا اپنے دل کا حال کہا ہے؟ یہ آپ جیسی عورتیں ہی ہوتی ہیں جو مردوں کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ آپ نے کبھی شبنم شکیل کا وہ شعر نہیں سنا۔

آدھی مان چکی ہوں اس کی
آدھی بات پر اڑی ہوئی ہوں

مذہب' معاشرہ' قواعد' اصول' تابعداری سب اپنی جگہ... مگر کچھ چیزیں تھوڑی سی آزادی' تھوڑی سی خواہش' تھوڑی انا' تھوڑی 'میں' بچا کر رکھنی چاہیے۔ جب تک جان باقی ہو' آن بھی باقی رہنی چاہیے۔ آپ نے کبھی پر کٹے پرندے کو دیکھا؟ بھلے سے اس کے پر تواتر سے کتر دیے جاتے ہوں' مگر وہ ذرا سا بھی گمان آتے ہی اڑان بھرتا ضرور ہے۔ نتیجہ خواہ دھڑام سے گرنا ہی ہو... کیونکہ اڑان فطرت ہے اور آپ کہتی ہیں' مانوس صیاد سے ہو گئیں' مجھے تو نانا جان کبھی اتنے ڈکٹیٹر نہیں لگے۔ سفاری سوٹ پہن کر کیا لبرل آدمی دکھتے تھے۔ لے کر اچھی خاصی لڑکی کا بیڑا غرق کر دیا۔ کون کہے گا۔ آپ نے کبھی یونیورسٹی کا منہ دیکھا ہے؟ مجال ہے جو ذرا ایکٹیو ہوں۔ تین دن سے مجھے اس گھر میں بند کر رکھا ہے... اور سچ کہتی ہوں' اگر آپ اب بھی مجھے لے کر باہر نہ نکلیں تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ اف!" اس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔

"لان میں چلتے ہیں۔" نوین گھبرا گئی۔

"اوہ... مائی گاڈ... ! میرے اللہ کہاں بھیج دیا؟ لان بھی تو گھر ہے خالہ... میں باہر کہہ رہی ہوں' باہر... وہ جہاں روڈ ہوتا ہے۔ سیاہ رنگ کا جس پر گاڑیاں چلتی ہیں۔ پیں پیں... پاں پاں... لوگ چلتے ہیں' کانوں میں ہینڈز فری لگا کر فٹ پاتھ پر پڑے ایک پتھر کو ٹارگٹ بنائیں اور اسے پیروں سے دھکیلتے ہوئے وہاں تک لے جائیں۔ جہاں تک آپ جا رہی ہیں۔ اف! کتنا مزا آتا ہے۔ آپ نے کبھی ایسا کیا؟" اسے نفی کا یقین تھا مگر پھر بھی... نوین سحر زدہ سی تھی۔ کسی معمول کی طرح نفی میں گردن ہلائی۔

اچھا! کبھی رنگ اسپون سے سرف کے بلبلے بناتے ہوئے فٹ پاتھ پر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے چلی ہیں؟"

"ناں... نہیں... مگر آسمان کی طرف دیکھ کر چلیں گے تو منہ کے بل نہ گر جائیں گے؟" نوین مسلسل نفی میں جواب دے کر جیسے شرمندہ تھی۔

"کیا ہو گیا ہے خالہ!" اس نے گویا سر پیٹ لیا۔ "آسمان پر نگاہ رکھنے والے کبھی منہ کے بل نہیں گرتے۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

ہونہہ..."

"تمہیں شعر تو بہت اچھے یاد ہیں۔" نوین نے سراہنے کے ساتھ موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"ڈیڈ کو یاد ہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔ "بہرحال! مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ نے اب تک کی زندگی بس یونہی فضول گنوائی... چچ... چچ۔" وہ تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"لیکن خیر! آپ فکر مند نہ ہوں۔ اب میں آ گئی ہوں ناں۔ جیسے جیسے میں' کہوں ویسے ویسے کرتی جائیں اور..."

"اور تم کیا کہو گی؟" نوین نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"میں... میں..." وہ ٹہلنے لگی۔ ٹھوڑی گردن سے لگی تھی اور شہادت کی انگلی کنپٹی پر مارتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

"میں کہوں گی... میں کہوں گی... بازار چلتے ہیں' شاپنگ پر۔" اس نے چٹکی بجائی۔

"بازار؟ اس وقت شام کے چھ بج رہے ہیں نوال۔ جائیں گے کب اور آئیں گے کب؟ رات ہو جائے گی۔ کل... کل چلیں؟" نوین نے چونک کر گھڑی دیکھی۔

"کل کیوں؟ اسی کل کل کی گردان نے تین دن کر دیے میں اتنے کم کپڑے کیوں لائی تھی۔ بتایئے! کیوں لائی تھی؟"

"پپ... پپ پتا نہیں۔" اس کے ڈپٹنے سے نوین ہکلائی۔

"اس لیے کہ مجھے کراچی سے شاپنگ کرنی تھی خالہ! آئی لو شاپنگ... اور اس میں کپڑے' جوتے سب شامل ہیں۔ آپ کو پتا ہے گھر میں سبزی گوشت سب میں لاتی ہوں لیکن خیر! اب آپ کو خود ہی پتا لگ جائے گا' نوال ضمیر کس چیز کا نام ہے؟"

نوین کا سر اثبات میں ہل رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اتنا کہا تھا ڈیڈ نے لیپ ٹاپ لے کر جاؤ۔ بس! اس وقت میرا دماغ نجانے کہاں تھا۔ توجہ ہی نہیں دی۔ اور اب... آخر! انٹرنیٹ کنکشن میں پرابلم کیا ہے؟" وہ کمپیوٹر کو گھورتے ہوئے سخت اکتائی ہوئی تھی۔

"غصہ مت کرو نوال! بس ایک دو روز اور رکو۔ آ جائے ناں اخفش تو وہ کرے گا کچھ۔" نوین نے صفائی دی۔

"ارے میرے مالک... مفلوج قوم کی مفلوج خواتین...!" اس نے سر پیٹ لیا۔ "اتنی محتاجی کی زندگی... یہ آپ کی ہر تان اخفش پر آ کر کیوں ٹوٹتی ہے؟ یہ ہے کون... کون سی بلا ہیں یہ حضرت؟"

"بلا نہیں بچہ سمجھو۔ خان صاحب کے بعد اتنا ساتھ دیا ہے ہمارا کہ اپنے سگے بیٹے سے بھی بڑھ کر۔" زینت بیگم فوراً بولیں۔

"ہونہہ!" نوال کے بگڑے تیور درست نہ ہوئے۔

"ہم بازار جا رہے ہیں نانو۔" اس نے اپنی پونی ٹائٹ کی اور اسکارف کی تہ جمانے لگی۔

"ہائیں... ہم کون؟"

"کون" مطلب میں اور نوین خالہ۔" وہ مگن انداز میں اپنے ہینڈ بیگ میں موبائل اور رقم چیک کرنے لگی۔

"کون سے بازار؟" نوین اچانک افتاد پر بوکھلائی۔

"کوئی سے بھی... جو اچھا ہو... یا جہاں آپ جایا کرتی ہوں۔ کہاں سے کرتی ہیں آپ شاپنگ؟ حیدری' طارق روڈ؟"

"تم کو کیا لینا ہے؟ پھر اسی حساب سے۔"

"صرف اور صرف تھوڑا سا ریلیف... کچھ ہوا... کچھ نئے چہرے... تھوڑا سا شور۔" اس نے اچھل کود کر کے بتایا اور زوردار تین چیخیں ماریں۔ زینت بیگم نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور نوین ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔

"چیخیں کیوں؟" نوین نے دھڑ دھڑ دل پر ہاتھ رکھا۔

"یوں ہی۔" وہ طمانیت سے جوتی پیر میں پھنسانے لگی۔ "تھوڑی زندگی محسوس ہو اس لیے' ہوئی نا' ہوئی کہ نہیں؟" اس نے ٹٹولتی نگاہوں سے دونوں کو کھوجا۔

"ہوئی بہت ہوئی میری بچی۔" زینت بیگم نے بمشکل کھڑے ہو کر اسے خود سے لپٹا لیا۔ نوین بھی ہنس پڑی۔

"کیا آپ کو اندازہ ہے کہ آپ ہنستے ہوئے کس قدر خوب صورت لگتی ہیں؟" نوال اسے دیکھ کر جیسے مسحور ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

نوال نے بڑی سراہتی نگاہوں سے بائیک کو دیکھا۔ رنگ' باڈی دیکھ کر لگتا تھا کہ گاڑی گویا دل سے لگا کر رکھی گئی ہو۔

"واؤ..." اس کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکڑے۔ بائیک سوار نے نیچے اتر کر ٹنکی پر یوں تھپکی دی جیسے گھڑ سوار گھوڑے کی گردن سہلاتے ہیں۔ نوال پودوں کی آڑ میں تھی۔ جی بھر کے جائزہ لینے کی سہولت۔

آنے والے نے ہیلمٹ اتارا تو صحت مند' سرخ سفید چہرہ سامنے تھا۔ بالوں میں انگلیاں چلا کر اس نے سر جھٹک کر پسینے سے جان چھڑائی۔

"یہ کون ذات شریف ہے؟" وہ کیاری پھلانگتے ہوئے چراغ رگڑے جن کی طرح اس کے عین سامنے پہنچ گئی۔

اور وہ جو بائیک گلوز اتار رہا تھا۔ اچانک افتاد پر اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹا۔ نوال نے کمر پر ہاتھ جمائے۔ وہ سخت نگاہوں سے سوالیہ تاثر کے ساتھ جواب چاہتی تھی۔ نووارد کی آنکھوں میں ہلکی حیرت کے بعد جوشیلی خوشی بھر گئی۔

"ہیلو نوال! کیسی ہو' کب آئیں؟" اب دھچکے کی باری نوال کی تھی۔ وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔ اس کی نظروں کے استعجاب سے نووارد کے چہرے پر خجالت آمیز پھیکے رنگ ابھر آئے۔

"تت... تم نے مجھے نہیں پہچانا؟" (نوین نے میرے بارے میں نہیں بتایا۔ اس سے ایسی امید تو ہرگز نہ تھی۔ یو بروٹس)

"نہیں! میں نے کبھی اسامہ اور اوباما کو قریب سے دوبدو نہیں دیکھا۔ سو اندازہ نہیں کہ وہ اسکرین کے علاوہ سامنے سے کیسے نظر آتے ہوں گے۔ تم کون اب خود ہی بتاؤ! اسامہ یا اوباما؟"

"نہیں! ان کا ماما۔" وہ بھنا گیا۔

"یقیناً"۔ بھانجے اور ماما ایک ہی ہڈی سے بنے ہیں۔ وہ بھی جب جیسے کی بنیاد پر کہیں بھی بنا اجازت گھس جاتے ہیں۔ بڑی ہی دیدہ دلیری سے' بے شرمی سے اور..."

"ایکسکیوز... می... ی ی ی۔" اس نے کرنٹ

کھائے انداز میں انگلی اٹھا کر اسے روکا۔

"انگلی نیچے۔" نوال نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کر درشتی سے کہا۔ اور اتنا بے ساختہ انداز تھا کہ نووارد کی انگلی نیچے گر گئی۔

"دیٹس...!" نوال نے فاتحانہ مسکراہٹ سے تعریف کی۔

"میں جواب دینے کا پابند نہیں۔" وہ پلک جھپکتے بائیک پر سوار ہوا اور کک لگائی۔

"اے سنو! تم اس طرح سے نہیں جا سکتے۔" وہ سرعت سے دونوں ہاتھ پھیلائے عین سامنے آگئی۔

"تو کیا تمہاری لاش پر سے گزرنا پڑے گا؟" اس نے جیسے چڑایا۔

"لاش کے رشتے دار..." اس کے سر پر لگی' تلووں بجھی۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے۔ نوال پر یقین تھی۔ وہ اسے جل دے کر کیسے بھاگ سکتا ہے۔ مگر اگلے پل نوال ہاتھ ملتی رہ گئی۔ وہ جھانسے میں آگئی تھی۔ اگلے نے نگاہ سیدھی رکھ کر نشانہ دوسری جانب باندھا تھا۔

"ارے! روکو' رکو... ارے..." اس نے بائیک اسٹارٹ کر دی۔ پیچھے بھاگی۔ مگر بائیک کے زوردار جھٹکے سے جھولتا کوا ڑناک پر لگا۔ دن میں تارے' بلکہ سارا نظام شمسی گھوم گیا۔

"ہائے! میں مری۔" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا نوال! ایسے کیوں بیٹھی ہو اور یہ ابھی اخفش کی بائیک کی آواز تھی؟ کہاں چلا گیا؟"

"اخفش...!" نوال نے نام دہرایا۔

"اتنا ہینڈسم' گڈ لکنگ' لاکھوں روپے والی گاڑی؟"

وہ تو اتنے دن سے ذکر سن رہی تھی۔ غریب غرباء ملازم سمجھی تھی' یہ تو۔

"ہائے...!" وہ کراہی۔ اخفش سے دشمنی کی بنیاد یہیں سے پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

بظاہر لاتعلق بنی نوال کا خون کھول رہا تھا۔ وہ صبح گیارہ بجے ساحر لودھی کا شو دیکھ کر اس سے بڑھ کر بلند مصنوعی قہقہے لگا رہی تھی۔ گویا لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ لیکن در حقیقت وہ کینہ توز نگاہوں سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے اخفش کو گھور رہی تھی۔ نانی اماں اس کے ساتھ براجمان تھیں۔ جبکہ نوین خالہ کچن سے گرما گرم پراٹھے پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہی تھیں۔ نانی امی کا بس نہیں چلتا تھا نوالے منہ میں دینا شروع کر دیں اور وہ میسنا منہ بسور بظاہر "نہ' نہ" کرتے ساڑھے تین پراٹھے (اف توبہ) ڈکار چکا تھا اور نوین کہہ رہی تھی۔

"اب یہ آدھا کیا چھوڑنا؟ دو نوالے بناؤ چندا..."

"اتنا موٹا چندا...؟ میں نواسی! مجھے تو ایک بار بھی اس طرح لاڈ سے کھلایا پلایا نہیں اور اس ابلے ہوئے آلو کے کیسے ترلے کیے جا رہے ہیں۔"

حالانکہ نانی اور خالہ نے اس کی آمد پر خاصا اہتمام کیا تھا۔ مگر اس کے ایک ہی جملے نے سب پر پانی پھیر دیا۔

"یہ قورمے' بریانی' کباب اور کھیر' میری دعوت ولیمہ نہیں تھی نانی! غضب خدا کا تین افراد کے کھانے کے لیے اتنا پیسہ' وقت اور سب سے بڑھ کر محنت برباد کی جائے۔ سو ازناٹ فیر۔ پیٹ بھرنے کے لیے تو ایک سیب' ایک نوڈلز کا پیک یا پھر آرڈر پر پزا منگوایا جا سکتا ہے۔"

نانی' خالہ ایک دوسرے کو دیکھتی رہ گئیں۔ وہ بڑے مزے سے بھوک لگنے پر کچھ بھی کھانے بیٹھ جاتی تھی۔ صاف کہہ دیا۔

"کم از کم میرے خیال سے چولہے کے آگے کھپنے کی ضرورت نہیں۔"

اور اب خالہ کو گرم گرم پراٹھے اتارتے دیکھ خوامخواہ کی تپ چڑھ رہی تھی اور وہ کھلو کیسے مزے سے حق سمجھ کر لاڈ اٹھوا رہا تھا۔

اخفش... اخفش... اخفش۔

دراصل نوال غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی اور یہ بھی اس کا اپنا قصور تھا۔ وہ اپنی مرضی کا سنتی' سمجھتی تھی۔ اس نے جس چیز' جس مسئلے کے لیے سوال اٹھایا۔

دونوں کے منہ سے ایک ہی نام نکلا۔
"اخفش۔۔۔"
"اخفش آجائے تو کرے گا۔"
"ہاں! اخفش کو معلوم ہوگا۔ کیبل والے کا نمبر تو اس کے پاس ہے۔"
"یو پی ایس کی بیٹری اخفش ہی دے کر آیا تھا۔ اس کو معلوم ہے۔"
"وہ تو اسے اچانک کسی فوتگی میں جانا پڑ گیا۔ آجائے گا دو ایک روز میں۔"
وہ نوال کے یہاں پہنچنے سے ایک روز پہلے ایمرجنسی میں روانہ ہوا اور سوئم کے بعد بھی نکلتے نکلتے دو روز مزید لگ گئے۔ نوین اور زینت بیگم بہت خوشی اور جوش سے اسے نوال کی آمد کا بتا چکی تھیں اور وہ بھی بہت شدت سے اس کی آمد کا منتظر تھا۔ مگر۔۔۔
نوال ضمیر، زینت بیگم کے بھانجے ضمیر احمد اور دوسری بھانجی نورین کی بیٹی تھی۔ منیر خان کے انتقال پر ضمیر اور نورین بڑی بیٹیوں مشعال اور گلال کے ہمراہ دسویں تک رہے تھے۔ نوال پیپرز کے باعث نہ آئی۔
اس نے پورے ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہر دیکھ رکھے تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کہ پانچ برس کی عمر میں ہی کراچی آئی اور دوبارہ کبھی چکر نہ لگ سکا۔
سو اب سے بہتر موقع اور کیا ملتا۔ عید کا موقع ۔۔۔ نانی اور خالہ کی تنہائی کا خیال اور اگر موڈ بن گیا تو جامعہ کراچی میں داخلہ۔۔۔
تنہائی اور ناقدری کے دکھ سہتی زینت بیگم اور نوین منیر خان کے لیے شاید یہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ ان کے ذہن میں شاید وہی پانچ برس کی بچی تھی جس کی پونیاں بنانی پڑتیں، مگر بی بی تو بالوں میں کنگھا ہی نہیں کرتی تھیں۔
گھنگھریالے گول گول رنگ جن میں انگلی پھنس جائے سنہری بال تھے۔ گیلے ہوتے تو شانوں سے نیچے لہراتے بھیجے جیسے سوکھتے، اوپر چڑھنا شروع ہو جاتے۔ کانوں کی لو کے پاس جا کر رک جاتے۔ وہ کلائی پر چڑھا بینڈ اتار کر سر کے عین اوپر ایک پونی بنا لیتی۔
"چڑیا کا گھونسلہ۔۔۔" وہ ہر معاملے میں دونوں کے اندازوں کا الٹ تھی۔
"یا اللہ!" اپنے کمرے کی گلابی سیٹنگ جھالر والی بیڈ شیٹ اور سائیڈ پر بڑا سا پانڈا دیکھ کر۔
اس کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں اور بعد میں ماں، بیٹی کی۔۔۔ وہ جہاں، جیسا کی بنیاد پر جب دل چاہتا لڑھک جاتی۔ گانے سنتے سنتے، ٹی وی دیکھتے ہوئے، کھانا کھاتے ہوئے۔
اور باربی ہاؤس نے تو اسے گنگ کر دیا صدمے کی شدت سے۔
"میں نے تو گڑیا کھیلنے کی عمر میں گڑیا نہیں کھیلی خالہ!"
وہ مصنوعی طور پر لہراتی بیڈ پر دھڑام سے گر گئی۔
"گڑیا سے کھیلنا، گھر سجانا، نسوانیت کی نشانی ہوتا ہے بیٹی!" نانی کی بات سن کر وہ اچھل پڑی۔
"تو یہ اتنی ساری نسوانیت کی نشانیاں دکھائی نہیں پڑتیں کیا؟ یہ نازک وجود، یہ پتلی لمبی انگلیاں، یہ دراز گیسو اور یہ آپ کی ساڑھی اور خالہ کا کرتا پاجامہ۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ اب کیا بولوں؟" اس کا اشارہ سمجھ کر نوین جھینپ گئی اور زینت بیگم ہنس پڑیں۔
"ویسے میرا گمان ہے خالہ! کہ اللہ نے آپ کو جو نسوانیت عطا کی، وہ اپنی جگہ۔۔۔ مگر بعد میں نانا نے کوٹ کوٹ کر بھری، جیسے کم گنجائش والے تھیلے میں جبراً سامان ٹھونسا جائے۔"
نوین زور سے ہنس دی۔

☼ ☼ ☼

وہ نوین کے کمرے میں اس کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ اے آر رحمن کا میوزک دھیمے سروں میں بج رہا تھا۔
"ویسے خالہ! ایک بات ہے، آپ ہیں پیور لڑکی۔ پیور مشرقی لڑکی۔" وہ دھیان آنے پر اچھل کر سیدھی ہوئی۔

"یہ پیور مشرقی لڑکی کیسی ہوتی ہے؟" وہ اچنبھے کا شکار تھی۔

"آپ جیسی اور کیسی۔ لمبی، دبلی پتلی، کرتے پاجامے، چنے دوپٹے، دراز چوٹی، کھانا پکاتی، دھیمے دھیمے مسکراتی سہج سہج چلتی۔۔۔ اب تو فلموں میں بھی ایسے کریکٹر نہیں ہوتے۔"

وہ مایوس تھی۔ نسوانیت و مشرقیت کا شاہکار۔۔۔ نوین منیر خان۔۔۔ ڈھن ڈھنان۔۔۔ ذرا تصور کریں۔ دیا جلاتی، قلم کی نوک دبا کر شعر کہتی اور سب سے چھپا کر رکھتی۔۔۔ انیس سو سینتالیس سے پہلے کی لڑکی ہیں آپ، بلکہ انیس سو بارہ کی جبکہ اب دو ہزار بارہ ہے۔ ہونہہ!"

نوین کی آنکھیں پھیلیں۔

"تم نے میری دراز سے ڈائریاں پڑھی ہیں؟" اسے شدید دھچکا لگا تھا۔ "میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر کیا کلام ہاتھ لگا، سبحان اللہ!

اف وہ کرب کا لمحہ
وہ درد کی شدت
جب دکھ کے گھنے سے جنگل میں
کوئی وحشی ہرنی بھٹکی تھی
جب پیاس کے اتھاہ سمندر میں
کوئی مچھلی پیاسی تڑپی تھی
تو شدت سوچ میں آئی تھی
اک بات سمجھ میں آئی تھی
آئے گا وہ لمحہ بھی کبھی
جب شیشے کے ٹکرانے سے
پتھر کے آنسو نکلیں گے
جب خواب جڑیں گے ٹوٹے ہوئے
جب دل کے درد کی شدت سے
کوئی چاندنی رات کو روئے گا
جو ہنستا ہے وہ روئے گا
جو شخص ہے آج اذیت میں
وہ چین کی نیند تو سوئے گا

وہ بڑے مزے سے نظم مکمل کرنے کے بعد نوین کی پھٹی آنکھوں اور حیرت سے کھلے منہ کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے تین روز پہلے ہی تو یہ نظم لکھی تھی اور مصروفیت کے باعث دوبارہ دیکھ بھی نہیں پائی تھی اور نوال نے کیسے فرفر سنادی تھی۔

نوین کے ہونق چہرے سے قطع نظر وہ اپنی ہی کہہ رہی تھی۔

"میں ذاتی طور پر شاعری وائری کے چکر میں پڑتی نہیں۔ اور وہ بھی نظم اوں ہوں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن تمہیں تو خوب شعر یاد ہیں۔" نوین بولی۔

"خالی کاغذ نیلے کرکے درازیں بھرتی ہیں یا کبھی کچھ چھپوایا بھی۔۔۔؟"

نوین چپ رہی۔

"دیکھا! میرا درست اندازہ۔۔۔ صرف چھپایا ہی گیا ہے۔ ہے نا؟"

نوین خوامخواہ بستر کی سلوٹیں درست کرنے لگی۔

"یار! آپ تو پیور مشرقی سے بھی کچھ آگے کی چیز ہیں۔ آپ کو پتا ہے نانو! کہ خالہ بہت اچھا لکھتی ہیں۔" نوال نے اندر آتی زینت بیگم سے پوچھا۔

"ہاں! کچھ لکھتی وکھتی تو ہے یہ۔۔۔" زینت بیگم نے کچھ سوچ کر کہا۔ "دراصل تمہارے نانا پسند نہیں کرتے تھے تو۔۔۔"

"ارے! میرے اللہ وہ پسند کرتے کیا تھے؟ یہ بھی بتائیے کبھی۔ بٹی اتنا پیارا ہنر چھپا کر بیٹھی ہے اور۔۔۔ آپ کے کیا کہنے، لیکن آپ فکر نہ کریں میں آپ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی۔"

"میرے لیے کیا؟" وہ اچھل پڑی، اس سے کیا بعید۔

"آپ اپنی زندگی کی ڈور میرے ہاتھوں میں دیں، پھر دیکھیں!" اس نے ہتھیلی پر مکا مارا۔

"پاگل ہوئی ہو، ارے روکو اسے نوین! کیا کرے گی یہ۔" ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"جو بھی کروں گی، آپ کے سامنے آجائے گا۔" وہ

بے فکر تھی۔

"کروں گی ضمیر کو فون، باقی دو تو ٹھیک تھیں۔ اسے کیا بنادیا۔" وہ پریشان لگ رہی تھیں۔

"ضمیر کچھ نہیں کرسکتا، کیونکہ ضمیر کا ضمیر ابھی زندہ ہے اور زندہ فیصلے کرتا ہے۔ سمجھیں آپ؟" اس کا انداز دھونس آمیز تھا، ماں بیٹی ایک دوسرے کو متفکر نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"بل جمع کروانے جیسا معمولی کام بھی آپ خود نہیں کرتیں خالہ۔۔۔ چچ چچ چچ۔" نوال کے تاسف کی حد نہیں تھی۔ "ایک سراسر غیر لڑکا آئے آئے، نہ آئے، اس کے اپنے سو کام، اور آپ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہیں گی۔" صدمے کے زیر اثر جیسے وہ اب کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی۔

"تم سے کس نے کہا، آئے نہ آئے؟" اخفش نے جھپٹا مار دونوں بل اچک لیے۔ نوال کرنٹ کھا کر اچھلی۔ وہ اس کے پیچھے صوفے پر براجمان تھا۔ ملک شیک کے گھونٹ اتارتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"او۔۔۔ تو تم یہاں موجود ہو؟" اس نے اصل فساد کی جڑ کو گھورا۔ "پہلے ہی نانا نے کم کسر رکھی تھی، جو تم رہی سہی پوری کرنے آتے ہو۔ بجائے اس کے ان میں خوداعتمادی پیدا کرو، تم تو ان کو بالکل مفلوج کردو گے۔" وہ کمر پر ہاتھ رکھے سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"مردوں کے کرنے کے کام مرد کرتے ہی اچھے لگتے ہیں۔" وہ بل اور پیسے جیب میں ٹھونس کر اب جانے کو تیار تھا۔ ملک شیک کا بڑا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا نوال نے دماغ گھما دیا تھا۔

"اب واضح ہوگیا ان دونوں عورتوں کی ناکارہ زندگی کے پیچھے کن دو مردوں کا ہاتھ ہے۔" نوال باقاعدہ لڑنے کے موڈ میں تھی۔

اس پر لعنت بھیج کر اخفش خود پر کنٹرول کرتا مڑا۔

"تو برائے مہربانی! حاضرین کو آگاہ کریں، آپ جیسی کامیاب عورت کے پیچھے کس مرد کا ہاتھ ہے؟"

"گڈ کوئسچن! اس نے اپنے چہرے پر کسی ٹاپ کلاس ایکٹریس جیسی مسکراہٹ جمائی۔ "پہلے تو آپ کلیئر کریں، آئی ایم ناٹ وومن۔ کوائٹ ینگ گرل سوئٹ ایٹین۔۔۔ اور جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے تو مجھ جیسی کامیاب لڑکی کے پیچھے ایک ہی مرد کا ہاتھ ہے اور وہ ضمیر۔۔۔ میرا باپ ہاہاہا!"

اس نے مصنوعی قہقہہ لگایا۔ "کوئی اور سوال۔"

اخفش کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے چابی اٹھائی اور باہر کو لپکا۔

"ناراض کردیا اسے۔" زینت بیگم کو بائیک کی ریس کی آواز سے اس کے غصے کا اندازہ ہوا۔

"اور جو میں ناراض ہوچکی ہوں۔ اس کی آپ کو کوئی فکر نہیں؟" اس نے دونوں ہاتھ کمر پر جما کر حیرانی سے پوچھا۔

"ارے میری بچی۔۔۔ اپنا ہی بچہ ہے، میرے ہاتھوں کا پلا ہوا۔" انہوں نے اپنے ہاتھ یوں اٹھائے جیسے ان پر کوئی نومولود پڑا ہو۔

"کچھ زیادہ ہی پال لیا۔" نوین کی زوردار ہنسی نکلی، اس نے "پال لیا" کہنے کے بعد گال پھلا لیے تھے۔ اشارہ اخفش کے موٹاپے کی طرف تھا۔

"مجھے تو حیرت ہے تم دونوں کے ایک دوسرے سے رویے پر۔۔۔ تم اسے پسند نہیں کرتیں اور وہ تمہیں۔ میرے تو تم دونوں پیارے بچے ہو۔ چالیس سال سے میں اس گھر میں رہ رہی ہوں۔ اخفش کے دادا ہمارے اتنے ہی پرانے پڑوسی ہیں۔ تمہارے نانا کے پکے دوست۔ اتنے نائس۔ آدمی کہ تم ان سے مل کر۔۔۔"

"ارے جانے دیں۔۔۔ اندازہ ہوگیا ان کے نائس ہونے کا۔۔۔ یہ مثال کیا کم ہے کہ وہ نانا کے پکے دوست اور اس اخفش کے سگے دادا ہیں۔ دیگ کا ایک دانہ کافی ہے، یہ تو دو ہوگئے۔" اس نے دانت پیسے۔

"نہیں، نہیں نوال! انکل بہت ہی الگ آدمی ہیں۔ تم ان سے ملو تو۔"

"بس! اب اور کچھ نہ کہیں۔" نوال نے بے زاری

سے ٹوکا۔ ”میں عین الیقین پر یقین رکھتی ہوں۔۔۔ اور دوسرے آپ دونوں وہ دو عورتیں کبھی نہیں ہوسکتیں، جن کی گواہی کافی ہوتی ہے۔“

زینت بیگم کی ہنسی نکل گئی۔

”نہیں نوال! یہاں میں اختلاف کروں گی۔“ نوین بولی۔ ”انکل کے معاملے میں تم واقعی وہ ایک لڑکی ہو جس کی گواہی سراسر ناقابل یقین ہو۔“

”بہت اعلا، بہت ہی اعلا۔۔۔ دیکھنے میں بس سیدھی سیدھی دیکھتی ہیں۔ یہ دوسرا پوائنٹ مار دیا، جبکہ میں نے کہا تھا کہ آج تک کوئی مائی کا لال نوال پر پوائنٹ مارنے والا پیدا نہیں ہوا۔“ اس نے ہاتھ اور آنکھیں نچائیں۔

”ہر فرعون کے لیے موسیٰ ہوتا ہے۔“ نوین نے اسے چھیڑا۔

”آپ نے۔۔۔ خالہ! آپ نے مجھے فرعون کہا؟“

”میں نے اپنے منہ سے تو کچھ نہیں کہا۔ تم ہی بول رہی ہو، جو بول رہی ہو۔“ نوین نے اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

”بہرحال! میں بتائے دے رہی ہوں، جب تک میں یہاں ہوں۔ آپ لوگ میری ذمہ داری ہیں۔ خبردار! جو اس موٹے لال سرخ کو بلایا۔ آپ کو کوئی بھی کام ہو مجھ سے کہیں۔ میں ہوں نا۔“

نوین اور زینت بیگم ایک دوسرے کو دیکھ رہ گئیں۔

”آجاتا ہے کبھی آلو کے پراٹھے کھانے۔ کبھی ملک شیک پینے۔۔۔ نوین آنی! بریانی کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ نوال نے ہو بہو نقل اتاری۔

”اور پرسوں آپ کیسے سیب کی قاشیں کاٹ کاٹ کر دے رہی تھیں۔ اتنے لاڈ۔۔۔ اور وہ نواب کا بچہ خود سے ہاتھ بڑھا کر قاش بھی نہیں اٹھاتا تھا۔ پہلے کاٹے، پھر ان پر نمک، کالی مرچ چھڑکا اور ہر بار آپ ہی نے قاش بڑھائی اور اگلا کر کیا رہا تھا۔ پانی کی موٹر کی بیلٹ چڑھا رہا تھا۔ مجھے تو نہیں لگتا۔ اسے اپنی پینٹ پر بیلٹ چڑھانی بھی آتی ہے کہ۔۔۔“

نوین کا چہرہ ہنسی سے سرخ ہو گیا۔

زینت بیگم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نہ رکی۔

”ضمیر نے آخر بیٹی کو پالا کیسے۔ مشعال اور گلال تو ٹھیک ٹھاک بچیاں ہیں تو پھر یہ۔۔۔“

☼ ☼ ☼

اور نوال خالی کہتی نہیں تھی، کرتی بھی تھی، اس کی تمام حرکتیں اور فرمودات نوین اور زینت بیگم کے زلزلے کے جھٹکے جیسے تھے۔ مگر جب وہ عملی میدان میں اتری تو جیسے شدید زلزلہ آیا تھا۔

نوین اور زینت بیگم کا منہ حیرت سے اتنی بار کھلا اور پھر کھلے کا کھلا رہ جاتا کہ رات بستر پر جاتے وقت ہاتھ سے جبرا“ جبڑے کو کسا جاتا اور اب تو وہ جیسے عادی ہو گئی تھیں۔ شدید زلزلے کے بعد اب تو آفٹر شاکس سے ڈرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

منیر خان نے نوین کو ڈرائیونگ سکھائی تو تھی، مگر، خود ہمیشہ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوتے تھے۔ نوین نے پوری مہارت حاصل کر لی تھی۔ ٹریفک جام کو ہینڈل کر لیتی پارکنگ سے نکال لیتی، اوور ٹیک کر لیتی، بھگا لیتی، مگر یہ سب ابا کی موجودگی میں ہوتا تھا کہ ابا ساتھ ہیں نا، مگر اکیلے 'اف توبہ۔۔۔ اکیلے تو اس سے گاڑی بھی اسٹارٹ نہیں ہو پاتی تھی۔ نہ جانے کیوں ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے۔ ابا کے انتقال کے بعد شاید تین، چار بار ہی گاڑی نکالی ہو گی۔ ایک بار نعمان بھائی کے ساتھ، دوبارہ اخفش کے ہمراہ۔۔۔ ہاں! ایک بار امی کی طبیعت خرابی پر وہ انہیں لے کر قریبی اسپتال گئی تھی۔

اخفش مہینے پندرہ دن میں گاڑی کی جھاڑ جھپاڑ کر لیتا تھا۔ کھڑے کھڑے وہ مزید کھٹارا بنتی جا رہی تھی۔ ٹین ڈبا۔ ہلکے نیلے رنگ کی ابا کی جوانی کے زمانے کی میک تھی۔ جسے انہوں نے دل سے لگا کر رکھا تھا۔

اور اب نوال کا کہنا تھا۔ ”گھر میں گاڑی موجود ہے تو کیا ضرورت ہے رکشہ، ٹیکسی کے دھکے کھائے جائیں۔“

”پتا نہیں، چلے نہ چلے، کب سے بند ہے۔“ نوین کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ نوال کے حتمی فیصلے۔۔۔ یا

اللہ۔۔۔

”تو اس میں کیا مشکل ہے؟ چیک کرتے ہیں۔ ابھی پتا لگ جائے گا۔“ اس نے چابی اچھالی۔ نوین نے بمشکل کیچ پکڑا۔

”فیلڈنگ تو آپ اچھی کر لیتی ہیں۔“ نوال نے سراہا۔

نوین کی لاکھ دعاؤں اور اندازوں کے باوجود گاڑی چابی لگتے ہی اسٹارٹ ہو گئی۔ نوین نے حیرت سے گاڑی کو دیکھا۔

”خدا کے لیے آج نہ چلنا۔“ اس نے نوال کی نظروں سے چھپ کر گاڑی کے پیروں (ٹائر) کو ہاتھ لگا کر منت کی تھی۔ مگر آج قسمت نوال کے ساتھ تھی۔

جو آرام وہ سیٹ پر اچھل کر گاڑی کا اندرونی طائرانہ جائزہ لے رہی تھی۔

”ہے تو پرانی، مگر مین ٹین رکھی ہوئی ہے۔ گڈ!“ اس نے سراہا تھا۔

گاڑی بہت اچھی چلی۔ وہ قریبی اسٹور سے کچن آئٹمز لینے اور آئس کریم کھانے گئی تھیں۔ مگر ایک غیر قانونی اسپیڈ بریکر سے زوردار جھٹکا لگا۔

پہلے گاڑی رکی، پھر چلی تو آواز اتنی بلند تھی کہ ہر راہ چلتے نے مڑ مڑ، رک رک دیکھا۔ اسٹور نزدیک آچکا تھا۔

”اب جو ہونا تھا، وہ ہو گیا، سامان لے کر ہی جائیں گے خالہ۔“ نوال نے خفت سے سرخ نوین کو فیصلہ سنایا۔

واپسی پر آواز حد سے زیادہ ناقابل برداشت تھی اور جب اندر بیٹھے یہ حال تھا تو باہر والے تو کانوں کے پردے پھٹنے کے اندیشے سے ہاتھ رکھے چلتے ہوں گے۔ نوین نے اردگرد بالکل نہ دیکھا۔ وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتے ہوئے جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ گلی کے کونے پر گاڑی بند ہو گئی۔ جب نوین نے فورا“ موبائل اٹھا کر اخفش کو کال کرنا چاہا تو نوال کو پتنگے لگ گئے۔ اس نے ملائے ہوئے نمبر پر جھپٹا مارا اور فون قبضے میں لے لیا۔

”دھکا لگانا پڑے گا نوال!“ نوین نے حیرت سے دبی آواز میں وجہ بتائی۔

”تو خوامخواہ۔۔۔ میں ہوں نا!“ نوین کچھ سمجھ پاتی اس سے پہلے وہ باہر تھی۔

”اسٹارٹ کریں۔“ اس نے ویو مرر سے جھانکتی نوین کو اشارہ کیا۔

”وقت اچھا ہو یا برا، گزر ہی جاتا ہے، سو دھکا کھاتی گاڑی گھر کے اندر داخل ہو گئی۔ نوین ”توبہ توبہ“ کرتی باہر آئی۔ وہ عرق ندامت میں غرق تھی۔

مگر نوال۔۔۔

وہ گاڑی کی چھت پر کہنی ٹکا کر بہت آرام دہ حالت میں کھڑی تھی۔

”ایک بات بتائیے! کیا آپ کو معلوم ہے، چاند سے زمین کی کون سی چیز نظر آتی ہے؟“ نوین نے اچنبھے سے نوال کو دیکھا۔ ”اس بے موقع سوال کا مطلب۔۔۔؟“

”مجھے پتا تھا آپ کی جنرل نالج صفر ہے۔ چاند سے زمین کی ایک چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ دیوار چین اور اگر چاند پر کوئی آواز سنائی دیتی ہے تو وہ ہے آپ کی یہ گاڑی۔ اس کی آواز واہ۔۔۔“

نوین زور سے ہنس پڑی۔

”سامان نکالو۔ اخفش لے جائے گا شام کو مکینک کے پاس۔“ نوین بولی۔

”اخفش!“ وہ حلق کے بل چلائی۔ ”اخفش کیوں؟ میں نے منع کیا تھا نا۔“ وہ بل کھا گئی۔ ”یہ ماں، بیٹی باز ہی نہیں آتیں۔“

نانی، نوین اور اخفش کے بارے میں اس کے فرمودات با آواز بلند جاری تھے۔ اسے خبر نہیں تھی۔ اپنے کمرے سے باہر گیلری میں کھڑا اخفش سب کچھ سن کر دانت پیس رہا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ سب اسے سنا رہی تھی۔ چڑا رہی تھی، جتا رہی تھی۔

وہ پہلے اس سے اور بعد میں دادی بیگم اور نوین سے

خود ساختہ سخت ناراضی کا شکار ہو گیا۔ خود ہی پیچھے ہٹ گیا۔ نوین اور نانی' نوال کی ہدایات کے زیر اثر تھیں۔ وہ سخت خفا ہو جاتی تھی۔

دوسری جانب نوین چاند والی بات پر ابھی تک ہنس رہی تھی۔ اخفش کو لگا' وہ نوال کی ہم خیال ہے اور انہیں اب اس کی ضرورت نہیں۔

ناراض ہو کر اپنے گھر میں خود ساختہ قیدی بن گیا۔

نوال کو مزا چکھانے کے لیے آئیڈیاز سوچنے تھے۔ اتنے اہم کام کے لیے تنہائی تو ملنی چاہیے تھی نا۔

☼ ☼ ☼

منیر خان ان مردوں میں سے تھے جو عورت کے عورت پن کو پسند کرتے ہیں۔ بڑھاوا دیتے ہیں اور اسے اس پر ہی کاربند رہنے کی نہ صرف سخت تاکید کرتے ہیں بلکہ عملاً" کوشش بھی کرتے ہیں۔

وہ عورت ہی کیا جس کی نسوانیت میں ذرہ بھر شک ہو۔

اس کے لباس' آواز' نازو انداز' چال ڈھال' بول چال اور سلیقے طریقے' ہر پہلو سے اس کی نسوانیت اور نزاکت نمایاں ہونی چاہیے۔

چادر اور چار دیواری کے اندر وہ اپنے وجود' سوچ کو چھپائے زندگی گزارے۔ اسے مردانہ وار مقابلے کی قطعاً" ضرورت نہیں۔ وہ ہیں نا مرد...

اور اب جب وہ نہیں تھے؟ تو ان کے دیرینہ دوست اشتیاق احد تھے' ان کی بیوی صوفیہ اشتیاق اور ان کا پوتا اخفش انعام۔ وہ نانا جتنے سخت کٹھور تو یقیناً" نہیں تھے۔ مگر اپنے خول میں زینت اور نوین دن بدن سکڑتی جا رہی تھیں۔ جس کو ذمے داری نبھانی تھی' وہ سات سمندر دور نئی ذمہ داریوں کو سنبھال چکا تھا۔

"دنیا میں رہتی ہیں ہزاروں اکیلی عورتیں... اور دو اکیلی کیسے؟ میرے ساتھ تو آمیں نہیں' اب جب اکیلے رہنا ہی ہے تو اپنے مسئلے بھی حل کریں گی اور مسئلے کی کیا بات' اصل چیز پیسہ ہے۔ ایک فون کال پر سب حاصل ہو جاتا ہے۔"

اور اگر فون ہی خراب ہو' یا بندے میں فون کرنے کی بھی ہمت نہ ہو تو... یہ اس نے سوچا نہیں۔

"پھر اپنا خاندان ہے' اپنا شہر' اپنا محلہ' اپنے لوگ۔"

بہت حد تک وہ درست بھی تھا۔ وہ اپنے باپ کی نسبت بہت کھلے ذہن کا تھا' مگر فطرت باپ جیسی انتہا پسند تھی۔ باپ نے بالکل جکڑ کر ذہن و جسم کو قائل کیا تھا۔

بیٹا کھلی چھوٹ دے رہا تھا۔ دونوں مرد اپنے مزاج کی انتہاؤں پر تھے۔

دونوں عورتیں کس اعتدال کو پسند کرتی تھیں۔ نہ انہوں نے کبھی بتایا۔ پوچھا تو خیر کسی نے نہیں۔

سو دو تنہا عورتیں شوہر کے چھوڑے' بہت سے پیسے' بیٹے کے بھیجے جانے والے نوٹ' تین پشتوں سے خاندان کی چوکیداری کرنے والے خاندان کے ہمراہ رہ رہی تھیں۔ بوڑھے لالا اپنے تیرہ برس کے پوتے کے ہمراہ گیٹ کے نزدیک بنے کمرے میں رہائش پذیر تھے۔

کافی ہے نا دو اکیلی عورتوں کے لیے اتنی پروٹیکشن۔ پیسے سے ہر شے ملتی ہے نا۔

ایک اچھے محفوظ علاقے میں گھر۔ گلی کے دونوں جانب رکاوٹیں لگی تھیں۔ بہترین سیکیورٹی۔

اچھے پڑوسی... بس یار! کافی ہے نا۔

نوال کمپیوٹر کے آگے بیٹھی اپنی ماں' بہنوں اور ابا سے جیسے باقاعدہ لڑ رہی تھی۔

"کاش ڈیڈ! کوئی تو ہوتا جو نعمان بھائی کو آئینہ دکھا سکتا۔ سچ! اگر میرے سامنے آجائیں تو میں..." وہ تلملا رہی تھی۔

"ایک بیس برس کی جوان حسین لڑکی اور چونسٹھ برس کی بوڑھی ماں۔ وہ بھی حد سے زیادہ حسین۔ کوئی چور ڈاکو لٹیرا اور آج کل تو کون کب آستین کا سانپ بن جائے پتا نہیں چلتا۔ اچھا پڑوسی ہو' یا جدی پشتی ملازم ہوں' سارا زمانہ جانتا نہیں کیا۔ اس گھر میں خوب پیسے والی ماں بیٹی رہتی ہیں... مال ہی مال۔"

"اتنا بھیانک نقشہ تو مت کھینچو نوال۔" مشعل نے جھرجھری لی۔

"اور تم تیسری حد سے حسین لڑکی وہاں رہے گی تو تب چور' ڈاکو کیا کریں گے؟" گلال نے چھیڑا۔

"تیسری حد سے حسین ہاہاہا... خالی حسن کا پپا لے کر گلی گلی نہیں بجاتی میں۔ کراٹے میں بلیک بیلٹ۔ پسٹل سے لے کر دو نالی تک چلانی آتی ہے۔ قسمت میں برائی نہ لکھی ہو تو بہ استغفار! تو مجھ سے بھڑنا آسان نہیں۔"

"ڈیڈ! کیا آپ کی بیٹی ناکارہ ہے؟" اس کا سوال اکساتا ہوا تھا۔

"نہیں' نہیں' قطعی نہیں۔ میری رضیہ سلطانہ۔" ڈیڈ کو اس پر جی بھر کے پیار آیا۔

"اب جواب میں مجھے بھی کچھ کہنا پڑے گا۔" اس نے جیسے مجبوری سے کہا۔

"وہ تو ہے۔"

"آئی لو یو ڈیڈ!" وہ زور سے ہنس دی۔

"آئی لو یو ٹو بیٹا!" ضمیر خان کی آنکھیں جھلمل سی ہوئیں۔

"ارے..." وہ چیخی۔ "ٹو' تھری' فور' فائیو' کیوں؟ آپ نے تو کہا تھا کہ میں آپ کا آخری پیار ہوں۔" وہ بسوری... "پہلا ممی' دوسرا مشعل پھر گلال اور آخری میں... اور اب کہتے ہیں کہ..."

"یار! تسلی رکھو۔ پہلے دوسرے تیسرے کو ہم نے کب کا بھلا دیا۔" ضمیر خان نے نوال کی نگاہوں سے بچ کر ان تینوں کو آنکھ ماری۔ "اب تو بس آخری پیار ہی یاد ہے۔"

ان تینوں سے زیادہ پیار ڈیڈ اس سے کرتے ہیں۔ پہلے یہ بچپن کا لاڈ تھا۔ اور بڑے ہونے پر یہ یقین دہانی اسے مزا دیتی تھی۔

وہ اپنے باپ سے بہت نزدیک تھی' بہت زیادہ اور جب وہ آٹھ برس کی تھی۔ تب سے... تب سے اور زیادہ ہو گئی' قریب' دوست' بازو۔

☼ ☼ ☼

"اتنی بڑی مصیبت نہیں۔ دو منٹ کا کام ہے یہ... یہ تو صرف چار سوراخ ہیں۔"

زینت بیگم اور نوین اس تسلی سے مطمئن تو نہ ہوئیں۔ مگر تب حق دق رہ گئیں۔ جب اسٹور روم سے ڈرل مشین اٹھا لائی۔ یہ دو ڈرل مشینیں تھیں۔ ایک بڑی اور ایک چھوٹی' کم وزن' مگر اتنی ہلکی بھی نہیں۔

وہ اسٹول بھی نکال لائی۔

"بس! آپ اتنا کریں کہ جب میں اوپر کھڑی ہوں تو مجھے زور سے پکڑ لیں۔ اس طرح مجھے زور دینے میں آسانی ہو گی... اور..."

"مریں گے بھی تو دونوں اکٹھے۔" نوین کو بجلی کے لال کالے بل والے تار دیکھ کے ویسے ہی ڈر لگ رہا تھا۔

"واہ... واہ... مریں گے بھی اکٹھے۔ مریں ہمارے دشمن۔" وہ ڈرل مشین آن کر چکی تھی۔ زینت بیگم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"کیا ہونے والا ہے' میرے مالک؟" نوین کا حال برا تھا۔

"اتنی مشقت جھیلنے کی کیا ضرورت... اخفش کو بلا لیتے۔" مشین پل بھر کو رکی تو نوین سکھ کا سانس لیتے ہوئے ترنت بولی۔

نوال کا دماغ گھوم گیا۔ زبانی لیکچر اور عملی مظاہروں کے باوجود وہ دونوں اپنی طاقت و صلاحیت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھیں۔

"اور میرا یہ کہنا ہے کہ جو کام ہم خود کر سکتے ہیں' اس کے لیے کسی اور کو بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کرٹن کی ریلنگ تو جڑ گئی۔"

اس نے پیچ کس سے سنہری پیچ بھی ٹائٹ کر دیے۔

زینت بیگم کا ہاتھ اپنے منہ پر تھا۔ نوال کو ان کا چہرہ دیکھ کر مزا آیا۔ اس نے پردہ زور' زور سے کھینچ کر دکھایا۔

"اب نہیں گرے گا۔" اس نے تسلی دی۔ "اور

اگر گرا تو میں ہوں نا۔"

"مجھے تو اب تک حیرت ہے' یہ اچانک گر کیسے گیا؟" نوین کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"کل آپ اس بات پر حیران تھیں۔ موٹر کی بیلٹ کیسے کٹ گئی؟" نوال نے ڈرم مشین اس کے بکس میں بڑی مہارت سے سیٹ کرتے ہوئے یاد دلایا۔

"ہاں! وہ تو سچ مچ' ہفتہ پہلے تو اخفش نے بدلا تھا۔ حیرت ہے نا۔ چار' چھ ماہ تو گزرتے ہی ہیں۔ اس بار تو..."

"دو نمبر ہو گی' تھیلی میں ہی تو پیک ہوتی ہے۔ شاید پہلے گھسی ہوئی ہو۔" زینت بیگم نے تمام پہلوؤں پر سوچا۔

"ہو سکتا ہے۔" نوال زیادہ نہ بولی۔ اس نے اپنی رائے محفوظ رکھی تھی۔

"لیکن تم نے تو کمال کر دیا بچے۔"

"ایسے چھوٹے موٹے کمال میں کرتی ہی رہتی ہوں۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"وقت سب سکھا دیتا ہے۔" وہ ذرا اساد ھیما پڑی۔

"اور آپ لوگ فکر مند نہ ہوں' جو کام وقت نہ کر سکا۔" اس نے انگلی سے ان دونوں کی جانب اشارہ کیا۔ "وہ میں کروں گی' جتنے کام مجھے آتے ہیں نا' اتنے نہ سہی' کچھ نہ کچھ تو آپ لوگ سیکھ لیں گی۔ میں نے کہا نا' نانا نے آپ دونوں کی تربیت بالکل صحیح نہیں کی۔"

وہ شریر ہوئی۔ نوین اور زینت بیگم ہنس دیں۔

یہی وہ وقت تھا' جب ڈرل مشین کی مسلسل آواز سے پیچ و تاب کھاتا اخفش مر جانے یا مار دینے کے پلان بنا رہا تھا۔ وہ نوین اور اپنی دادی بیگم سے بھی خفا ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"موٹر کی بیلٹ ٹھیک کرنا' ڈرل مشین چلانا' گاڑی ٹھیک کرنا اور ٹائر بدلنا' سب سمجھ میں آتے ہیں' مگر..." زینت بیگم کا ذخیرہ الفاظ ختم ہو گیا۔

"ابھی تو آپ نے میرے ہنر کی ذرا سی جھلک دیکھی ہے۔ ابھی تو بہت کچھ باقی ہے نانی!" وہ سیب کی قاش کانٹے سے منہ میں رکھتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

"آپ کی معلومات میں اضافے کے لیے۔ واشنگ مشین اور گھر کی چھوٹی موٹی الیکٹرونکس کو ٹھیک کرنا میرے دائیں ہاتھ کا کام ہے۔ اس کے علاوہ پنکھے کا کیپسیٹر بدلنا' بند نالیاں کھولنا' دکان داروں سے لڑ لڑ کر اچھی سبزیاں' پھل اور گوشت لانا اور... اور ہاں! موبائل ٹھیک کرنا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے اور..."

"بس... بس!" نوین دونوں ہاتھ ہوا میں پھیلاتی اسے روکنے کے لیے اٹھ کر اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

"ہمیں سب خبر ہے' تم ہر فن مولا ہو' مگر یہ کام... اف!" نوین نے جھرجھری لی۔

"اور کل آپ کہہ رہی تھیں' مین سوئچ سے فیوز اڑ جائے تو بجلی والے کو بلانا پڑے گا۔ میں نے کیسے ایک منٹ میں فالٹ پکڑا اور دو منٹ میں پلگ پر نئے تار جوڑے۔ اتنا معمولی سا کام... اور ماں' بیٹیاں کانپ کانپ کر دھرتی ہلاتی رہیں' توبہ!"

نوین نے اس کی طمانیت کو رشک سے دیکھا۔ وہ اتنی عمر میں اپنے آپ میں گم ادب آداب والی بی بی بچی تھی۔ نیک پروین' بلکہ اب بھی ویسی ہی تھی۔

کل دوپہر بنا شیڈول کے لائٹ چلی گئی۔ اب بجلی والے کس وقت کیا کر جائیں کسے خبر سو تینوں صبر سے لکڑ فین جھلتی رہیں۔ اسی دھوکے میں شاید حبس بھرا گرم سیلا سیلا دن گزر جاتا جو اخفش کے گیلری والے کمرے سے میوزک بجنے کی آواز کانوں میں نہ پڑتی۔

"میں تیرا ایمپلی فائر..."

"ایک بات تو بتایئے۔" وہ اپنا ذہن میں ابلتا کھولتا سوال لے کر نوین کے سر پر پہنچی۔

"ایک یہ شاعری ہے "میں تیرا ایمپلی فائر..." اور ایک وہ دوسری بڑی مشہور ہوئی تھی۔"

"کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا۔"

یہ آپ شاعر لوگ اتنی انہونی باتیں آخر کر کیسے لیتے ہیں؟ شاعری پر غور کریں **جسٹ امیجن** خالہ۔ **جسٹ امیجن**۔" نوین نے تو کیا تصور باندھنا تھا' وہ خود ہی پیٹ پکڑ دہری ہوتی چلی گئی۔ پھر صوفے پر لڑھک گئی۔

"او مائی گاڈ... ہاہاہا... ہی ہی... ہو ہو... ہائے۔" اپنی ہنسی سے خود ہی تھک ہار جب سانس برابر ہوئی تو اپنے جبڑے سہلاتے ہوئے گویا ہوئی۔

اور ویسے بھی مرد حضرات خواہ شاعر ہوں یا نہ ہوں' اپنے محبوب پر ایک برڈن (بوجھ) کی طرح کیوں مسلط رہنا چاہتے ہیں صفحے کے صفحے کالے کر دیے۔ سارے شہر میں واہ... واہ... بوجھ سارا عورت کے کندھے پر... کبھی کسی نے یہ تو نہ لکھا کہ "کاش میں تیرا باورچی ہوتا۔ دھوبی ہوتا..." اور یہ بدبخت فلموں والے خوامخواہ کی بکواس کرتے ہیں' نئے موضوعات نہیں ملتے۔"

"او بھئی! یہ مسئلہ نوال ضمیر کے ہاتھوں حل ہونا تھا۔" نوین ہنسی۔

"تو اور کیا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ہیر رانجھا بنا لیں۔"

"لیکن وہ تو پٹی ہوئی اسٹوری ہے۔" نوین نے بے ساختہ ٹوکا۔

"او یار! پوری بات تو سنیں۔ ہیر رانجھا بنائیں' بس فرق یہ رکھیں' اس بار ہیر کی جگہ رانجھا **پکھیاں** جھل رہا ہو۔ اور..."

"بہت اعلا! پروڈیوسر بے چارہ پٹ جائے گا۔ ایسی فلم دیکھنے کون جائے گا۔ مردوں کا معاشرہ ہے۔" زینت بیگم بھی متوجہ تھیں۔

"تو! یہ کیا مسئلہ... معاشرہ مردوں کا ہے تو رہے۔" عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ فلم تو چلے گی... آئی گارنٹی۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ دراصل..."

"میلوں کے ہیں یہ فاصلے تم سے نجانے کیوں۔ تو جانے ناں..."

وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر چونکی۔

"جب آپ کے اس اخفش کا ڈیک اتنے زور سے بج رہا ہے تو... اس کا مطلب ہوا... لائٹ ہے۔ یعنی..."

"ارے! تو ہمارے گھر کیوں نہیں؟" زینت بیگم بوکھلائیں۔ "ایک گھر کے لیے تو یہ بجلی والے منت کرنے پر بھی نہیں آتے۔ ارے اللہ! تار وغیرہ گرا یا کچھ اور فالٹ ہوتا تو آواز آتی۔ پتا چل جاتا۔ یہ تو کوئی اور ہی بات لگتی ہے۔ نوین بلانا ذرا اخفش کو۔ اسے آتا ہے بجلی کا کام وام۔"

مگر نوین کے جانے سے پہلے نوال اسٹور روم سے ٹیسٹر لے آ گئی۔

اس نے مین سوئچ کے پاس جا کر پانچ منٹ میں فالٹ پکڑا اور نیا تار ڈھونڈنے' کاٹنے میں لگے ٹوٹل نو منٹ... دسویں منٹ میں سارا گھر جگمگا گیا۔

ان کے گھر بجلی آتے ہی اخفش کا ڈیک بند ہو گیا تھا۔ وہ کن اکھیوں سے اپنی گیلری میں کھڑا نوال کو دیکھ رہا تھا جو دادی بیگم کے دونوں بازو پکڑے انہیں جھنجھوڑ رہی تھی۔

"ماں... ماں... میرے گاؤں میں بجلی آئی ہے ماں!"

نوین اور زینت بیگم حیرت سے گنگ تھیں۔

"آپ لوگ کچھ بولتی کیوں نہیں؟ زیادہ اوور ایکٹنگ ہو گئی ناں؟" اس نے جیسے اپنا فالٹ خود ہی پکڑا۔

"ضمیر بھائی اور نورین باجی نے تمہیں کیا بنا دیا نوال؟ کس نے سکھایا یہ سب؟"

نوین حیران تھی۔

"کسی نے نہیں... مجھے جو چیز ضروری لگتی ہے' وہ میں کر لیتی ہوں۔" اس نے شانے اچکائے۔

"کوئی چیز باقی ہے ابھی؟" زینت بیگم نے پوچھا۔

"لو! ابھی تو دنیا میرے آگے۔ شناختی کارڈ آ جائے تو لائسنس... اگلے روز ریڈ کلر کی وٹز (vitz) خرید لوں گی۔ ڈیڈ نے وعدہ کیا ہے۔"

"یعنی شناختی کارڈ اور لائسنس کی امپورٹنس کا پتا ہے۔" نوین نے سراہا۔

"نوال ضمیر کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتی۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ اس کا ضمیر زندہ ہے۔"

زینت بیگم نے اسے بے ساختہ اپنے ساتھ لپٹالیا۔ نوال کی نئی فرمائش۔ لیکن نہیں فرمائش تو رد کی جاسکتی ہے۔ نوال کا فیصلہ اف۔

"اخفش کی کیا ضرورت؟ ہم خود اپنا جانور لاسکتے ہیں۔" اس کا قطعیت سے بھرپور لہجہ۔

اشتیاق احمد اور صوفیہ بھابھی کا سعودیہ سے فون آیا تھا۔ بہت دیر حال احوال پوچھنے' بتانے کے بعد صوفیہ بھابھی' دادی بیگم کو وہ تمام ہدایات بتانے لگیں جو انہوں نے اخفش کو ان کے لیے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے دی تھیں۔ اخفش' اشتیاق احمد کے ایک دوست عزیز اللہ کے ہمراہ جاکر دادی بیگم کے لیے جانور خرید لائے گا۔

دادی بیگم کی یک طرفہ گفتگو ان تینوں کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

جی ہاں۔

اخفش انعام اپنے دادا کا پیام لے کر حاضر تھا۔ نوین نے اسے دیکھتے ہی نجانے فریج سے کیا کیا برآمد کرلیا۔ وہ اس کے اتنے دن کی غیر حاضری پر استفسار کررہی تھی۔

"دوستوں کے ساتھ تھا آنی!" وہ بھری تپائی سے چیزیں اٹھا اٹھا کر کھا رہا تھا۔ نوال کے نزدیک کھاتا ہی جارہا تھا۔ کھاتا... آآآ... ہی ہی۔

شامی کباب' مسالا ونگز' نوڈلز ود پران' ربڑی کسٹرڈ' کیچپ اور لذیذ کھوپرا بسکٹ... پسینہ پسینہ ہوئی کولڈ ڈرنک...

"دوستوں کے پاس ضرور جاؤ' مگر دوست اچھے ہونے چاہئیں۔ انسان کی ایک پہچان اس کا حلقہ احباب ہی ہوتا ہے۔" زینت بیگم نے بڑے رسان سے نصیحت کی۔ "بری صحبت سے بچنا چاہیے سمجھے۔"

"جی... دادی بیگم! میں ہمیشہ بری صحبت سے دور رہتا ہوں۔" اس نے نوال کو جتا کر اسے دیکھا۔

"ہائیں... بری صحبت؟" دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی وہ اچھل پڑی۔

"اسی لیے تو آج کل آپ کے گھر آنا چھوڑا ہے۔" وہ کشن سیدھا کرنے کے بہانے دائیں جانب جھکا۔ نوال سنگل صوفے پر ٹکی تھی اور کینہ توز نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔

"نوال ضمیر سے پنگا لینے کی کوشش؟ بڑے دنوں سے تمہاری ساری حرکتیں برداشت کررہی ہوں... خالہ کا خیال نہ ہو تو... وہ دھوبی پڑا ماروں وہ... کم گھسیٹوں زیادہ... مگر خیر..."

وہ بظاہر بڑی متانت سے بیٹھی نانو اور اس کی گفتگو سن رہی تھی۔ مگر اس کی شرربار نگاہیں دیکھ کر اخفش سب سمجھ رہا تھا۔

دل سے نکلے "لفظ ٹھاہ" کرکے دل تک ہی پہنچ رہے تھے۔

"تم کیوں نہیں کچھ لے رہی ہو نوال... کچھ تو ٹرائی کرو ناں..." نوین نے یکدم دیکھا۔ وہ سبز چائے کا چھوٹا سا کپ لیے بیٹھی تھی۔ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتی گویا صبر کے گھونٹ بھر رہی ہو۔

"تھینکس خالہ! یونو زیادہ کھانا جسم پر چربی چڑھاتا ہے دماغ موٹا ہوجاتا ہے۔ زمین کا بوجھ بن کر زندگی گزارنے کا کیا فائدہ؟ اپنے جسم کو کھلا کھلا کر پالنے کا کیا مقصد... اس سے اچھا بندہ کوئی گائے' بھینس پال لے۔ دودھ' گوشت کا مسئلہ ہی حل ہوجائے۔"

اس کے مشورے میں چھپا "مخلوص" شیرے کی طرح ٹپک رہا تھا۔ بہت غور سے سنتی نوین کو جھٹکا لگا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ کیا وہ اخفش کے کھانے پینے کو ٹوک رہی تھی۔ یا اس کے موٹاپے کو...

حقیقت یقین بن کر اس کے دل پر اتری۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اخفش کو دیکھا۔ بلو جینز پر سفید شرٹ' اس کا تندرست جسم اور لال رنگ اس وقت میرون سے سیاہی کی جانب گامزن تھا۔ یہ اس کے ضبط اور غصے کی انتہا تھی۔

"تم... تم یہ کسٹرڈ ٹرائی کرو اخفش!" نوین کو فوری طور پر یہی سوجھا۔ اس نے ترنت پیالہ لبالب بھرلیا۔ نوال کانوں میں ہینڈز فری ٹھونستے ہوئے اٹھ کھڑی

ہوئی۔

"تم جیو ہزاروں سال۔ اور تم جیو ہزاروں سال... اور سال کے دن ہوں۔ فقط ساڑھے سات ہزار... او تم..."

اس سے پہلے اخفش کا دماغ گھومتا' نوین نے نقص امن کے خدشے کے تحت زینت بیگم کو یونہی مخاطب کیا۔

"امی... امی...!"

☼ ☼ ☼

نوال لان میں کرسی ڈال کر بیٹھی تھی۔ چوکیدار بابا کا تیرہ سالہ پوتا بے خود خان زمین پر پھسکڑا مار کے بیٹھا تھا۔ دوسری کرسی پر اس سے کافی فاصلہ رکھ کر بابا بے زار خان بیٹھے تھے۔

"مجھے جانور کے بارے میں سب کچھ ڈیٹیل میں بتاؤ خان بابا! ہر چیز جزئیات کے ساتھ۔ میرا مطلب ہے اس کا پورا حلیہ' شکل' اخلاق و کردار' چال ڈھال میرا ذہن کلیئر ہوگا تو کام صحیح ہوگا ورنہ..."

"آپ اتنی پریشانی کیوں کھاتا ہے نوال بی بی... اپنا اخفش صاب لائے گی ناں۔" بے زار بابا بے زاری سے بولے۔

"میں قربانی کے جانور کی بات کررہی ہوں اور آپ گلی کے "جانور" کا ذکر لے آئے۔ بس آپ مجھے بتائیے۔"

بے زار خان کی بیزاری بڑھتی جارہی تھی۔ جبکہ بے خود کو نوال باجی بے حد پسند آئی تھیں۔ وہ بے خودی کے عالم میں سراپا اس کے ساتھ تھا۔ اتنی ٹیلنٹڈ باجی...

"میں بتاتا ہوں باجی...!" اس اپنے ذہن میں خصوصیات "ری کال" کیں۔

"چار ٹانگیں۔" اس کے بتانے پر نوال کا قلم چلا۔ وہ ایک پیڈ لے کر بیٹھی تھی۔

"اور اگر پانچ ہوں تو... یا تین... یا..."

بے خود خان نے استفہامیہ نگاہوں سے دادا کو دیکھا۔

"پانچ کا پتا نہیں۔ تین نہیں ہونی چاہئیں۔" بابا سر پیٹ لینے والا تھا۔

"سب سے اہم دانت... نہ زیادہ نہ کم... ورنہ قربانی نئیں ہوتا۔"

"گڈ... گڈ! بس بیلنس ہر دم' ہر چیز..." نوال کا قلم اور زبان دونوں چل رہے تھے۔

"موٹے پیٹ کا بکرا اچھا نہیں ہوتا۔" بے خود سوچ سوچ کر بتا رہا تھا۔

"وہ کیوں...؟"

"بیسن کھلاتے ہیں تاکہ تندرست لگے۔ شہر کے لوگوں کو کیا پتا... بے وقوف بن جاتے ہیں۔"

"پکوڑے... بکرے پکوڑے کھاتے ہیں؟" نوال کو جھٹکا لگا۔ اس نے اپنی تمام عمر کی یادداشت ٹٹولی۔ گھاس' بھوسہ' کھل بنولہ' سبزیاں' چھلکے' مگر پکوڑے۔

"پکوڑے نہیں بیسن... بیسن' خالی کچا بیسن... پانی میں گھول کے بیسن۔ وزن بھی زیادہ لگتا ہے اور دیکھنے میں ایک دم پلوان (پہلوان)۔"

"آئی سی۔" نوال کی آنکھیں پھٹ پڑیں۔

"دو سینگ' دو آنکھیں' ایک ناک اور دم بھی ایک..."

"ہائیں...!" روانی سے لکھتی نوال کا ہاتھ ٹھٹکا۔

"یہ سب تو مجھے پتا ہے بے خود خان! وہ بتاؤ جو مجھے نہ پتا ہو۔" اس نے سمجھایا۔

"اب میرے کو کیا پتا کہ آپ کو کیا نئیں پتا۔" اس نے اپنی مشکل بتائی۔

"ہم... آں... ہاں رنگ؟"

"کوئی سا بھی چلے گا۔" بے خود نے ناک چڑھائی۔

"آپ نے کیا کبھی قربانی کا جانور نئیں دیکھا؟"

"دیکھا کیوں نہیں۔ مگر کبھی خریدار کی نظر سے نہیں دیکھا ناں! اور مجھے لگتا ہے دنیا میں بہت کچھ باقی ہے ابھی میرے سیکھنے کے لیے۔" اس نے کاغذ پر کچھ نوٹ کیا اور خود کلامی کی۔

"تو کیا اخفش صاب ام لوگ کے سات نئیں جائے گی۔۔؟ اکیلے۔۔؟" بے خود اور نوال کی سرگوشی سے بے نیاز بنے بیٹھے بے زار خان کو دھیان آیا۔

"بے زار بابا! آپ' میں اور بے خود پھر اکیلے کیسے؟" اس نے سر پیٹ لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

زینت بیگم اور نوین حق دق ڈرائیووے میں کھڑی تھیں۔

شاہد آفریدی' بمعہ اہل و عیال دروازے پر کھڑا ہوتا تو اتنی حیرت نہ ہوتی۔

میرا فر فر انگلش بولتی آجاتی تب بھی۔۔۔

حسن نثار کی زبان سے شیرینی ٹپک رہی ہو تب بھی۔۔۔

یا۔۔۔

بی بی کا قاتل دست بدستہ خود کو پیش کر دیتا تو بھی۔۔۔

لیکن۔۔۔

"ارے میرے اللہ!" نوین نے حیرت سے آنکھیں مسلیں اور زینت بیگم نے چشمہ کو ساڑھی کے پلو سے رگڑا کہ اگر کوئی بے یقینی یا گمان ہو تو منظر واضح ہو سکے' مگر جو سچ تھا' وہ آنکھوں سے دکھائی دے رہا تھا۔ کانوں سے سنائی دے رہا تھا۔

"میں۔۔۔ میں ایں۔۔۔ میں۔۔۔ ایں ایں۔ یں ں!" سرخ فرش پر مالا کے بکھرے موتیوں (سیاہ موتی) کی طرح مینگنیاں بکھری تھیں۔ (مینگنیوں کی مالا۔ آخ تھو۔۔۔ آوک)

بکرے بڑے زور آور تھے۔ بے زار خان نے ایک کان بالکل ویسے ہی جکڑ رکھا تھا جیسے بچپن میں مسجد کے امام ان کے کان پکڑا کرتے تھے۔ اور دوسرے کا کان بے خود خان کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ دونوں بکروں کو چوکنا ہو کر دیکھ رہا تھا۔ انہیں فوری طور پر باندھ دینا ہی عقل مندی کا تقاضا تھا۔ نوال سوزوکی والے کی پے منٹ نبٹا کر پلٹی۔

"کیسے ہیں؟" اس نے گہرے براؤن والے کی پشت پر تھپکی دی۔

"کس کے ہیں؟" نوین کے تمام عجیب و غریب خدشات پھٹی آواز سے ظاہر تھے۔

"تمہارے اور کس کے۔" اس نے طمانیت سے اور اسکارف چٹکی سے پکڑ کر اتار لیا۔ سر دائیں بائیں ہلا کر خود کو سکون دیا۔ پونی بھی کھول دی سنہرے رنگ چہرے کے گرد تن گئے۔

"تو یہ آئے کہاں سے ہیں؟"

"ظاہر ہے' منڈی سے۔"

"تو انہیں لایا کون؟"

"آپ کو ہمارے علاوہ یہاں اور کون نظر آ رہا ہے۔۔۔؟ ہیں؟"

"ارے! مگر تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟" زینت بیگم چکرا کر گرنے والی تھیں۔

منہ کی آٹومیٹک مشین سے تڑ تڑ جواب نکل رہے تھے۔ اب یکدم چپ لگ گئی۔

"یہ کوئی دو چار روپے کی چیز ہے۔" وہ نوین کی رائے مانگنے کو مڑیں۔ اس نے اپنا حیران پریشان منہ تائیداً ہلایا۔ جواب تو دینا ہی تھا۔ سارے کام اس نے سیدھے کیے تھے۔ بس یہی ایک پیسے والا الٹا تھا' مگر یہ تو پڑتا ہے۔

"وہ جو آپ نے رات لفافے میں۔۔۔ ڈال کر رکھے تھے ناں! کہ صبح اخفش کو دیں گی۔ وہ کسی انکل کے ساتھ جائے گا۔۔۔ بکرے لینے۔۔۔ تو۔۔۔" اٹک اٹک کر بولتے وہ رک گئی۔

"وہ میں نے اڑا لیے۔" اس نے تیزی سے جملہ مکمل کیا۔

"اور تب ہی مجھ پر یہ اب پتا نہیں اچھا یا برا بہر حال انکشاف ہوا کہ اگر میں توجہ دوں تو ایک اچھی چور بن سکتی ہوں۔" اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ وہ اپنی جون میں لوٹ آئی۔

"ہاہ۔ لوگ خوشی اور غم سے مرتے دیکھے ہیں۔" نوین نے سوچا۔ "اور اگر ہم دونوں ماں بیٹی میں سے کسی کو ہارٹ اٹیک ہو جائے تو نئی مثال۔۔۔ جی! حیرت سے مر گئیں ہائے۔۔۔"

"اچھی چور ہی کیوں؟ تم توجہ دو تو ایک اچھی پاکٹ مار' کار لوٹنے والی' بینک روبری تک کر سکتی ہو۔۔۔ بچے اٹھانے والی مائی بن سکتی ہو۔ اپنی فتنہ انگیز زبان سے دو انسانوں کو کیا' تم ملک و قوم کو لڑوا سکتی ہو۔ بارڈر پر توپ میں گولے کی جگہ تمہیں رکھ کر چلائیں ناں تو دشمن لیر لیر ہو جائے۔ نام و نشان مٹ جائے۔"

اخفش نجانے کب پیچھے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

"کیا۔۔۔ کیا۔۔۔؟" وہ اچھل پڑی۔ "تت تت۔۔۔ تم نے میرے بارے میں۔۔۔؟"

"ہاں' ہاں! تمہارے بارے میں۔۔۔ زہر لگتی ہیں اپنی شناخت بھلا کر مرد۔۔۔ مرد کھیلنے والی لڑکیاں۔۔۔ جی! آپ بڑی بہادر ہیں۔ مردانہ کپڑے پہن کر جاگرز چڑھا کر کیا سمجھتی ہو' تم مرد بن گئی ہو؟ ابھی کوئی بدنیت ہاتھ پکڑے تو منہ سے چوں ہی نہ نکلے۔ بھلے پلگ جوڑ لو یا ٹائر بدل کر لو۔ سمجھیں؟"

اخفش کے اچانک وارد ہونے والے غصے سے نوین اور زینت بیگم واقف تھیں۔ مگر نوال کو اس طرح لتاڑنا۔

نوال کا چہرہ حیرت میں رنگنے کے بعد پھیکا ہوتے ہوتے بالکل سفید ہو گیا۔ اتنا شدید ری ایکشن۔

وہ کس حد تک صحیح تھا یا غلط' مگر اس وقت کا رویہ۔۔۔ نوال مہمان تھی اور۔۔۔

نوین نے کچھ بھی کہنے کے لیے لب کھولے مگر اخفش نے ہاتھ اٹھا کر ٹوک دیا۔

"ابھی عزیز اللہ انکل کا فون آیا ہے۔ وہ اپنے دو بھائیوں' تین بیٹوں اور دو دامادوں کے ہمراہ بکرا منڈی جانے کے لیے نکلے ہیں۔ مجھے یہاں سے لیتے ہوئے جائیں گے۔ میں آپ سے پیسے لینے آیا تھا اور یہاں۔۔۔ جب آپ کے سارے کام اسی مردمار کو کرنے تھے تو مجھے کیوں کہا؟ اب میں انہیں کیا جواب دوں؟ یہ دیکھیں! ان کی مس کال۔۔۔ آ گئے ہیں وہ گلی کے کونے پر۔" اس نے اپنے فون کو زور سے بند کیا۔

نوال کی حرکت بے حد حیرانی کا باعث ضرور تھی' مگر اسے اتنی سنا دی جاتیں۔ وس از ناٹ فیر۔۔۔ مگر شاید اپنی جگہ اخفش انعام بھی درست تھا۔

اس کی فون بیل دوبارہ ہوئی تو وہ پیر پٹختا' بال نوچتا باہر کو لپکا۔ لوہے کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا کہ دیر تک بازگشت سنائی دیتی رہی۔ چھ نفوس کو چپ لگ گئی تھی (دو بکرے)

"یہ باقی پیسے۔۔۔" نوال نے سفید لفافہ زینت بیگم کے سامنے کیا۔ ساٹھ ہزار تھے۔ پینتالیس ہزار کی بکروں کی جوڑی۔۔۔ سوزوکی اور ٹیکسی کا کرایہ دو ہزار روپے ہیں۔ پھر ان کا چارہ اور ہار' گھنگھرو وغیرہ۔ باقی آپ گن لیں۔

"انہیں پانی پلا دو بے خود خان اور مضبوطی سے باندھو۔ وہ بکرے والے نے کہا تھا ناں! بہت جی دار بکرے ہیں۔ کھل گئے تو لان خراب کریں گے۔"

وہ کلائی سے پونی اتار بالوں میں چڑھاتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔

نوین اور زینت بیگم ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"میں سونے لگی ہوں' کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" نوال نے آواز لگائی تھی۔

☼ ☼ ☼

"وہ تو باجی نے مجھ سے بولا' بے خود! بکرا منڈی چلتے ہیں۔ کچھ نہ کریں گے تو بڑے بڑے جانور ہی دیکھ لیں گے جن کے بارے میں روز ٹی وی والے بتاتے ہیں۔ بہت بڑے۔ بیلوں کی جوڑیاں۔۔۔ تو میں نے بھی اتنے بڑے بیل نئیں دیکھے تو میں نے کہا' ٹھیک ہے۔۔۔ پھر باجی نے بولا' ہم اپنے لیے بھی جانور دیکھیں گے۔ دیکھتے ہیں' ہم یہ کام کر سکتے ہیں کہ نئیں۔۔۔ خان دادا کو اس لیے ساتھ لے کر گئے تھے کہ ان کو پہچان ہے جانور کی۔۔۔ مگر اودر (ادھر) اتنی اتنی رقم بولتا تھا۔"

بے زار خان نے بکروں کے منہ' دانت' آنکھیں سب چیک کیں۔

"کان بھی چیک کرو۔" نوال نے یاد کروایا۔ "بہرا بکرا نہیں چلے گا۔"

"کان کیسے چیک ہوں گے؟" بے خود پریشان ہوا۔

"اس کے کان میں چیخ مارو! اگر اچھل پڑا تو ٹھیک ورنہ....."

بے خود کو آئیڈیا اچھا لگا۔ وہ کان اوپر پکڑ کے جھکا، مگر اس سے پہلے اس کے گال پر بے زار خان کا طمانچہ لگا۔ وہ اچھل پڑا۔

"کیا بہرا کرے گا۔ خوچہ....."

"سب ٹھیک ہے نوال بی بی! پیسہ وہ... اور رہا گو...."

نوال صاحبہ کے کریڈٹ میں یہ بھی کمال لکھ دیا گیا کہ وہ بکرا خرید سکتی ہیں اور چوری بھی کر سکتی ہیں۔

مگر جو کچھ اخفش کہہ گیا تھا۔ وہ... وہ... وہ سب۔

وہ سب سننے میں ٹھیک لگتا تھا، مگر اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

زینت بیگم اور نوین لاؤنج میں ٹکر ٹکر ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ رہی تھیں۔ اخفش بائیک لے کر نجانے کہاں چلا گیا تھا۔ نوال کمرے میں سو رہی تھی۔ نوین دو مرتبہ دیکھ کر آئی، مگر وہ گہری نیند میں تھی۔ بے خود خان بے خودی کے عالم میں بکروں کی سیوا میں لگا تھا۔ بے زار خان کی بھی ساری بے زاری رفو چکر تھی۔ وہ کئی بار بکروں کا منہ، سر چیک کر چکا تھا گہرے براؤن اور سفید، اونچے قد کے بکرے۔ ایک دوسرے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی تھے۔

زینت بیگم اور نوین نے بھی اپنی آنکھوں میں گویا ایکسرے فٹ کر کے معائنہ کیا تھا۔ کوئی نقص، خامی پکڑی جائے۔ مگر نہیں۔ دونوں شان دار تھے۔

بے خود ایک پل کے لیے بھی بکروں کے پاس سے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔ اسے نوال بی بی کی سخت ہدایت تھی۔ بے زار خان سوزوکی میں بکروں کے ساتھ آیا تھا جبکہ نوال اور بے خود خان ٹیکسی کی پچھلی نشست پر سرگوشی میں باتیں کرتے آئے۔

نوال کے حیرت انگیز انکشافات، ناقابل یقین خدشات۔ بے خود کی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔ وہ تو ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ... نہیں نہیں... توبہ۔

مگر نوال بی بی غلط کیوں بولیں گی؟ وہ اتنی سمجھ دار، تجربہ کار، ہر فن مولا، جبکہ خود بے خود خان کم عمر، کم عقل، بے وقوف اور ہر کسی پر اعتبار کرنے والا بھولا۔

"ان بکروں کی حفاظت اس طرح کرو، جیسے یہ ایٹمی اثاثے ہوں۔ سمجھے تم۔ آنکھیں اور کان کھلے رکھنا۔"

"لیکن کیا ہو سکتا ہے؟ بکروں کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

"ام نہیں بہت سا آٹا کھلا کر موشن پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ ایسی کوئی دوائی کھلا یا سنگھا دی جا سکتی ہے کہ یہ ٹن پڑے ہوں جیسے....."

"جیسے چرس کا سگریٹ۔" بے خود نے کلیو دیا۔ "اولیس۔"

"نسوار ہی چٹا دی گئی تو گئے بکرا لوگ۔" بے خود کا اگلا اندازہ تھا۔

"بالکل! بالکل...."

"ام نہیں اندھا یا لنگڑا بھی کیا جا سکتا ہے۔" نوال کا اپنا دماغ اب تیزی سے اس پہلو پر بھاگنے لگا۔ "سو ثابت ہوا کہ بے خود خان! ان تین دنوں میں اپنی جان سے بڑھ کر ان کی حفاظت کرنی ہو گی۔ ذرا سی بے احتیاطی نقصان کا باعث ہو گی۔ دشمن بہت مکار ہے۔"

"ام تیار ہے۔" بے خود نے نوال سے زیادہ پُراسرار اکڑ لہجہ اپنایا۔ اب اس کی اپنی چارپائی بکروں کے پاس رکھی تھی۔

نوال خاصی شام کو نہا دھو کر باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر دوپہر والی خاموشی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ فریج سے انگوروں کا گچھا نکال کر وہ ٹی وی کھول بیٹھ گئی۔

"میں نے وہ کونے والے مرغی والے سے بات کر لی ہے۔ وہ آئے گا ذبح کے لیے۔ آپ کو اگر کسی اور کو بلانا ہے تو... یہ پرچی، بہرحال سنبھال لیں۔"

"مرغی والا بکرا ذبح کرے گا؟" نوین نے پوچھا۔

"جب ہی تو ٹوکن بانٹتا پھر رہا ہے۔ لائن لگی تھی۔" نوال گردن پیچھے گرائے گچھے کو چہرے پر لٹکائے انگور ٹونگ رہی تھی۔

"ان لوگوں کے پاس تو بہت رش ہوتا ہے۔ اگر نہ آیا تو...؟" زینت بیگم کے پاس سالہا سال کا تجربہ تھا۔

"سب لوگ لے رہے تھے تو میں نے بھی لے لی۔ بے زار بابا نے بھی کہا تھا، باقی آپ کی مرضی۔ آپ کو زیادہ پتا ہے اور پھر....."

اس نے یکدم جملہ ادھورا چھوڑ دیا، ٹی وی کی آواز بند تھی۔ اپنے پسندیدہ گانے کی جھلک دیکھ کر اس نے آواز بلند کی۔ اور انگور ٹیبل پر رکھ دیے۔

اب وہ کومل رضوی جیسے جھٹکے صوفے پر بیٹھے بیٹھے دکھا رہی تھی۔

نوین اور زینت بیگم ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

گھڑی کی سوئیاں دس سے اوپر گئیں تو زینت بیگم اور نوین دونوں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ زینت بیگم اور نوین کا روزہ تھا۔ قربانی کے گوشت سے کھولنا تھا اور زینت بیگم شوگر پیشنٹ، زینت بیگم کی آنکھیں بار بار بھر آتی تھیں۔ پچھلے برس صغیر خان نے خود قربانی کی تھی۔ اور اب بیٹے کا صبح صبح فون آگیا تھا۔

کتنا کیئرنگ بیٹا تھا ناں۔ اپنی آدھی رات کے وقت جاگ رہا تھا کہ ماں کو "صبح" مبارک باد دے دے۔ فرض پورا۔ احساس ذمہ داری واہ۔ زینت بیگم دل چھوڑے بیٹھی تھیں۔

اخفش نے بھی ابھی تک جھلک نہ دکھلائی تھی۔ وہ خفا تھا۔

نوال سحر خیز تھی۔ وہ بہت دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ دس بار بے زار خان کو بھیج چکی تھی۔ وہ "بس آ رہا ہوں" کا جواب لے کر آتا۔ قصائی ان ہی کی لین کے گھروں میں مصروف عمل تھا۔ ان کا نمبر آنے میں دیر تھی۔

مگر پھر یکدم وہ گلی سے غائب ہو گیا۔

"کہاں گیا...؟" نوال نے نمبر ملایا۔

"ہاہ...!" اس نے فون کو چہرے کے سامنے رکھ کر گھورا۔

"کیا ہو گیا؟" سراسیمہ سی نوین سامنے ہی کھڑی تھی۔ نوال نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ سہ بارہ نمبر ملایا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟" زینت بیگم بھی آگئیں۔

"آپ کا ملایا ہوا صارف بڑا ہی بے غیرت، جھوٹا، دو نمبر بھگوڑا ہے۔"

"یہ... یہ کہہ رہا ہے۔" نوین کے حلق سے بمشکل نکلا۔

"ظاہر ہے! مطلب تو یہی نکلا ناں۔" وہ سوچ میں گم ہوئی۔

"یعنی قصائی جُل دے گیا۔ ارے! اور گھروں کے تو مرد ساتھ ساتھ پھر رہے تھے۔ یہاں سے کس نے جانا تھا۔" زینت بیگم نے آنسو پونچھے۔

"بے زار لالا گئے تو تھے تین بار۔" نوین بڑبڑائی۔

"بے زار کو کون پوچھتا۔ ارے! اخفش ہی کو بلا لیتے۔ وہ بھی صبح سے نہ آیا۔ وقت نکلا جا رہا ہے۔"

"یہ کوئی مہورت ہے جو بیتا جا رہا ہے۔ شبھ مہورت؟" نوال نے ناگواری سے کہا۔

"بے خود...! بے خود...!" وہ چلائی۔

"جی باجی...!" وہ پیچھے ہی کھڑا تھا۔ فوراً" حاضر ہوا۔

"لاؤ! چھری کانٹے....."

"وہ تو صبح سے تیار ہیں۔" بے خود نے چرمی بیگ کی جانب انگلی کی۔ "چٹائی، پانی کا ٹب، بالٹی، لکڑی کے ٹُڈے....."

"ارے میرے مالک!" زینت بیگم اچھل کر کرسی سے اٹھیں، پھر ڈھے گئیں۔

"عورت قربانی نہیں کر سکتی۔ ارے! روکو...." نوین بھی آنے والے وقت کا سوچ کر تھرا گئی۔ نوال سے کیا بعید۔

"پاگل ہوئی ہو۔ دماغ درست ہے؟"

"پتا ہے مجھے۔ بے زار بابا آپ کریں گے ذبح۔"

"میں...." وہ اپنے سینے پر انگلی رکھ کر حیران

تھے۔ "اب وہ جوانی، دم کہاں رہ گیا۔ ہاتھ مات ہلتا رہتا اے ام نئیں کر سکتا۔ جانور نئیں سنبھال سکتا۔" وہ تاسف سے اپنی مجبوری بتا رہے تھے۔

"اوہ...!" نوال کے ہونٹ سکڑ گئے۔ معاملہ تو بگڑ گیا تھا۔ مگر نہیں نوال کے سامنے کوئی معاملہ خراب یا ادھورا نہیں رہ سکتا۔

"کسی بھی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔" اس کی زندگی میں اس جملے کی بہت اہمیت تھی۔ "ہار مان لینے سے پہلے تمام داؤ آزما لینے چاہئیں اور ہر جائز راستہ اپنا لینا چاہیے۔"

نوال نے بے خود کے چہرے کو دیکھا۔ وہ چوکس بکروں کے ہمراہ کھڑا تھا۔ مانو تین دن سے بکروں کے ساتھ بندھا تھا۔ بے خود خان کی کینہ توز نگاہیں، برابر والے گھر کے ٹیرس پر جمی تھیں۔

نوال ہر وقت فیصلے پر یقین رکھتی تھی۔

"اے... اے سنو! اوپر کھڑے کیا تماشا دیکھ رہے ہو؟ اتنی جان بنا کر رکھی ہے۔ نظر نہیں آرہا دس بجنے کو آگئے ہیں اور ابھی تک قربانی نہیں ہوئی؟ ویسے بڑے طرم خان بنتے ہو۔ آؤ! ذرا دیکھیں تو..."

اخفش تو چھوڑ ادھر چاروں لوگ بھی حق دق رہ گئے۔

"مجھے... مجھے بلا رہی ہو؟" وہ ذرا سا جھک کر حیرانی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"ہاں! تو تم ہی ایک گائے ہو ادھر۔" نوین نے اچھنبے سے نوال کا چہرہ پڑھنا چاہا۔

اس نے انگلش کا "گائے" کہا تھا یا اردو کی "گائے"۔

"تو تم تو سارے کام خود کرتی ہو۔ یہ بھی کر دیکھو۔" (اس سے اچھا موقع طعنہ دینے کا کب... مل سکتا تھا یا ہو)

نوال کو آگ لگ گئی۔ مگر اس کے جواب سے پہلے زینت بیگم نے اسے پکارنا شروع کر دیا۔ ساڑھی کے پلو سے آنسو پونچھتا تو وہ انہیں کب سے دیکھ ہی رہا تھا۔

"جی دادی بیگم...!" وہ ٹیرس سے غائب ہو گیا۔

"اب میرے کو کیا حکم...؟" بے خود خان اس کے کان کے پاس منمنایا۔ "یہیں بیٹھوں ناں، نظر رکھوں...؟"

"خالی تم کیوں... میری بھی کرسی لگاؤ۔"

تھوڑی ہی دیر میں سیاہ ٹراؤزر پر لمبی قمیص کی آستینیں شانوں کے نزدیک نزدیک موڑے قاتلانہ چمک اور سرشاری سے زمین پر دھمک پیدا کرتا اخفش انعام سامنے تھا۔

وہ نہ انگلش کا "گائے" لگ رہا تھا نہ اردو کی "گائے"۔

سنڈا یعنی گینڈا... گوشت سے پُر شانے اور لال سرخ رنگت۔

"پانی وانی ڈالو بے خود!" اس نے آواز لگائی۔

"تم آئی مین... بکروں کو۔" اخفش کی طرف دیکھ کر اس نے جملہ جیسے واضح کیا۔

بہت دل گردے، جگرے ہمت کا کام اس نے بہت سلیقے سے جیسے پل بھر میں نمٹایا تھا۔

اب کھال اتارنے کے لیے دونوں بکروں کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار تھا۔

وہ ہاتھ دھو کر نوین کی دی چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔ اتنے دن بعد اتنی "باکردار چائے" نصیب ہوئی تھی۔

"آپ کوئی ہیلپ کریں گی یا میں اکیلا ہی..."

"اس نے اسے باقاعدہ جتایا تھا۔ وہ بسکٹی گھیردار فراک اور چوڑی دار پاجامہ میں بالکل مختلف لگ رہی تھی۔ اسٹول پر بیٹھی نگرانی کر رہی تھی۔ فراک کے گھیر نے اسٹول کو چھپا دیا تھا۔ اچانک دیکھنے سے لگتا جیسے کوئی باربی ڈول ہوا میں بیٹھی ہے۔

بال ابھی تک نم تھے تو کمر پر جھول رہے تھے۔

"نہیں! جس کا کام اسی کو ساجھے۔" اس نے سرخ نیل پالش کو پھونکیں مارتے ہوئے جیسے تسلیم کیا۔

"آپ کے خیالات کچھ اس سے الگ نہیں تھے؟" وہ چھرا روک کر کچھ یاد کروا رہا تھا۔

نیل پالش کا ڈھکن بند کرتی نوال ٹھٹکی، پھر

مسکرائی۔

"معاشرت کے مخالف جایا جا سکتا ہے۔ فطرت سے روگردانی بھی کر سکتے ہیں، مگر قدرت سے پنگا نہیں لینا چاہیے۔ قادر کی قدرت کو مان لینے ہی میں بھلائی ہے، خیر ہے۔ کینوس کے اوپر لگائے ہوئے اسٹروک تصویر ہوتے ہیں۔ ایک لائن بھی باہر نکل جائے تو تصویر بگڑ جاتی ہے اور اثر کھو دیتی ہے۔ جب اللہ نے کہہ دیا کہ یہ کام مردوں کے کرنے کا ہے تو مرد کریں گے۔ میں وہی کام کرتی ہوں جن کے بارے میں مرد و عورت کی تمیز نہیں دی گئی سمجھے؟ ٹوکا دھیان سے چلانا۔ اپنا ہی ہاتھ نیچے ہے۔"

اس کی حیرانی پر اس نے اسے نرمی سے دھیان دلایا تھا۔

☆ ☆ ☆

عید کا دن سب گلے شکوے بھلا کر خوش دلی سے ملنے جلنے کا تھا اور اخفش کے لیے تو یہ واقعی عید کا دن تھا۔ کامیابی کا۔

آخر کار وہ نوال پر اپنی برتری ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کہ ناکام ہو کر اسے مرد ہی کو پکارنا پڑا تھا اور مرد بھی کون...؟! اخفش

اب اخفش راجہ اندر بن کر بیٹھا تھا جیسے کہ ہمیشہ بیٹھا کرتا تھا اور اسے نوال کی طنزیہ جتاتی نگاہوں کی قطعاً پرواہ نہیں تھی۔ آج وہ کتنے دنوں بعد اس طرح لاڈ اٹھوا اٹھوا کر کھا پی رہا تھا۔ اس نے بارہ بجے تک بے خود خان اور بے زار خان کے ساتھ مل کر دونوں بکرے ٹھکانے لگا دیے۔ بے خود اپنے آنسو پی پی ہلکان تھا۔ اسے بکروں کے ساتھ تین دن و رات رہ کر عجیب سی انسیت ہو گئی تھی۔

زینت بیگم نے آسان الفاظ میں فلسفہ قربانی کو بیان کیا۔ بے زار خان نے بے زاری سے اس کی آنسو بھری آنکھوں کو دیکھا جو ٹکٹکی باندھ کر کبھی بکروں کے چہرے تکتا تھا، کبھی پیر... ہاہ...

"ہم تمہیں ایک بکرا لا دیں گے بے خود! تم پالنا اسے۔" نوال مسئلہ کا حل پیش کرنے پر یقین رکھتی تھی۔ مگر کوئی تسلی تشفی اترے چہرے پر رنگ لانے سے قاصر تھی۔ وہ شکوہ کناں نگاہوں سے نوال کو دیکھتا تھا۔

اتنے دن اس نے ہر پل پلک جھپکائے بنا نوال کی تمام ہدایات کے مطابق اخفش کے بُرے ارادوں، عزائم سے بکرے بچا کر کیا اسی لیے رکھے تھے کہ وہ ان کے ساتھ.....

"ہائے، ہائے، ہائے!" وہ اپنی ران پر پچھتاوے کے ہاتھ مارتا تھا۔ جب جب اخفش ماہر قصائی کی طرح ٹوکا چلاتا تھا۔

مگر بعد میں بے خود نے نوین کے ہاتھ کی مزے دار کلیجی بے حد و حساب کھاتے ہوئے اپنا غم معدے کے راستے ہضم کر لیا۔

نوال کلیجی پورے سال میں ایک بار صرف قربانی والی کھاتی تھی۔ اخفش نے پہلے جی بھر کے کلیجی کھائی اور بعد میں دسترخوان پر وہ کھا کھا کر تھکتا تھا اور تھک تھک کر کھاتا تھا۔ بریانی، کھیر، نمکین گوشت اور سلاد چٹنی..... نوال نے ہر چیز چکھی، مگر اس کا پیٹ بے حد بھر چکا تھا۔

وہ اخفش کے کھانے کی رفتار دیکھ حیران تو تھی ہی مگر تپ چڑھانے والی بات۔ زینت بیگم اور نوین کا اسے بڑھ چڑھ کر کھلانا تھا۔

اس نے پہلی بار ہی جب زینت بیگم اور نوین کو اسے اس طرح کھلاتے دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ وہ اٹھارہ برس کا جوان بلکہ حد سے زیادہ جوان یہ موٹا ہٹا کٹا تھا (کٹا..... بھینس کا بچہ جو ہل جوتنے کے لیے استعمال ہوتا ہے)

"نانو کو بچہ گود لینا تھا، ضرور لیتیں، مگر کچھ زیادہ ہی چھوٹا بچہ گود نہیں لے لیا؟" اس نے نوین سے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟" نوین اچھلی۔ کیا اس نے وہی سمجھا جو اس نے کہا یا اس کا کوئی اور مطلب تھا۔

"یا پھر یہ وہ بچہ ہے، مگر جو ہے تو بہت چھوٹا، مگر زیادہ

کھانے یا پھر جینیٹک طور پر عمر سے بڑا بے حد بڑا دکھائی دیتا ہے۔ سائنس میں باقاعدہ اس کا نام ہے جیسے کہ۔" اس نے کسی مکار اینکر کی طرح اپنے بیان پر رہتے ہوئے لہجے کے معمولی ردوبدل سے وہی کہا، جو وہ کہنا چاہتی تھی۔

"تم بہت بدتمیز ہو نوال!" نوین بے ساختہ ہنس دی۔

"مائی پلیژر ......!" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر خمیدہ ہوئی۔

"دراصل!" نوین ماضی میں کھو گئی۔ "چار سال کا تھا اخفش، جب ہما بھابھی نے دوبارہ اپنی جاب جوائن کرنے کی بات کی۔ وہ ایئر ہوسٹس تھیں اور یہ لو میرج تھی۔ شادی کے وقت انعام بھائی کے دماغ میں کلیئر تھا کہ بس! اب شادی ہو گئی۔ گھر بچہ، فیملی ... اور ضرورت ہی کیا تھی کہ ایک ٹف شیڈول جاب کو جاری رکھا جائے۔

"مجھے شوق ہے ... اگر ضرورت نہیں تو ..." ہما چلائی تھیں۔

"شادی سے پہلے تم اپنا شوق پورا کر چکی ہو۔ کوئی گلٹ تو نہیں ... کہ ہائے! میں یہ کام کرنا چاہتی تھی۔ اب گھر ہے ... فیملی ہے۔ آج ایک بچہ ہے، کل اور ہوں گے۔ شادی سے پہلے شوق پورا کر لیا اب باقی زندگی گھر کے لیے وقف کرنا ہو گی۔" انعام بھائی کا جواب واضح تھا۔

مگر ہما پانچ سال سے گھر گھر کھیل کر اوب چکی تھیں۔ انعام کے لاکھ منع کرنے اور ناراضی کے باوجود جوائن کر لیا۔ اخفش کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اسے اشتیاق انکل اور صوفیہ آنٹی بہت لاڈ سے پالتے تھے۔ انعام بھائی کی توجہ اپنے بزنس کی طرف تھی۔ تو وہ وقتی کمی اخفش کے چاچو پوری کیا کرتے۔ وہ چچا بھی تھے۔ دوست بھی اور ... اور پھر۔" نوین ماضی میں کھو گئی۔

گھر میں سرد مہری کا ماحول پیدا ہو چکا تھا۔

آئے روز کی تکرار جھگڑا ... مگر اس سے پہلے کوئی ناپسندیدہ کام ہوتا یعنی طلاق وغیرہ ... ایئر کریش میں جہاز کے تمام سوار جاں بحق ہو گئے اور ہما بھابھی کی باڈی تک نہ مل سکی۔ ان کی موت اسی طرح لکھی تھی ... مگر بعد میں دنیا کی باتیں ... گھر میں رہتی ناں ... کیوں گئی تھی نوکری کرنے ... عیش مل تو رہے تھے اور پھر بدخوئیاں کرنے والے لوگ اخفش بہت بچپن سے ... کو قصوروار سمجھتا رہا۔ اس کے دماغ میں کلیئر ہے کہ ماں گھر میں ہوتی تو کبھی نہ مرتی۔ اور وہ اپنی موت کی خود ذمے دار ہے اور یہ ایک مائنڈ سیٹ ہے جس سے شاید وہ کبھی نہ ابھرے۔ صوفیہ آنٹی کے تین تو بچے ہیں۔ دو بیٹے ایک بیٹی۔ وہ امریکا میں رہتی ہے۔ پھر وہ گھٹنوں سے معذور ہو کر جب وہیل چیئر پر آئیں تو غیر محسوس طریقے سے اخفش امی کے نزدیک ہوتا چلا گیا۔ مجھ سے تیرہ چودہ برس چھوٹا ہے۔ میں تو اسے گود میں اٹھا کر کھلانے جایا کرتی تھی۔ میرے اور امی کے بیچ گھس کر سویا کرتا تھا۔" نوین کی آنکھوں میں تاسف کی گہری نمی تھی۔

ادھر امی نعمان بھائی کے باہر پڑھنے جانے کے فیصلے سے ... اور پھر بعد میں وہیں کے ہو جانے سے غیر ارادی طور اخفش کے نزدیک ہوتی چلی گئیں۔ کسی سے کہنے سننے کی بات نہیں ... دو محروم افراد اپنی اپنی محرومی کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امی کو نوالے کھلا کر ممتا کی تسکین ملتی ہے تو یقیناً" اخفش کو ان سے لاڈ اٹھوا کر اپنی محرومیوں سے جان چھڑانے کا موقع ملتا ہے۔ جب ہما بھابھی کی ایسی توجہ کی ضرورت تھی اور وہ نہیں ہوتی تھیں ... اور موٹاپا زیادہ کھانے سے ہی ہے اور کچھ خاندانی بھی۔ دو چار سال بعد خود بخود اسمارٹ ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے پاپا اور چاچو بھی ایسے تھے۔" نوین مسکرائی۔

"اور ... اور اس کے پاپا ... انعام بھائی؟"

"وہ امریکا میں ہیں ... وہیں شادی کر لی۔ بیٹے بیٹیاں سب ہیں۔ آتے ہیں چار پانچ سال بعد۔"

"تو یہ یہاں اکیلا رہتا ہے؟"

"نہیں! کیوں ... دادا ... دادی ... چاچو اور ابھی تو سب حج پر گئے ہیں ناں تو اس لیے ..."

نوین کے چپ ہونے پر نوال نے سب سمجھ آ جانے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے لمبی سانس لی۔

"سب ٹھیک ... مگر مجھ سے کیوں خار کھاتا ہے؟ میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟"

"اس کا تم نے کچھ نہیں بگاڑا ... وہ عورت کی بے جا آزادی، خود مختاری، بڑھ چڑھ کر آگے ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ وہی ... شاید ماں کی ضد اور ضد کے بعد موت ... سب کچھ یوں ہی لکھا تھا۔ مگر اخفش کا کہنا ہے۔ عورت کو عورت بن کر رہنا چاہیے۔ مرد پر ڈیپینڈ کرنا چاہیے۔ من مانی مت کرے۔ چھوئی موئی کا پھول بن کر رہے اور کچھ یہ ہے کہ اس کی اپنی دادی معذوری کی بنا پر گھر کے تین مردوں کی محتاج ہی ہیں۔ ایک طرح سے کہہ لو میں اور امی کچھ فطرتاً" بھی ایسی ہی ہیں، کچھ ابا نے بنا دیا ... اور اہم بات یہ بھی ہے کہ اخفش کی تربیت میں زیادہ ہاتھ ہمارے ابا کا ہی ہے ... ورنہ اشتیاق انکل تو ... تم ان سے ملو تو مزا آ جائے۔"

"یعنی ...!" نوال نے لمبا کھینچا۔ "دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کی برباد تربیت کے پیچھے والا خفیہ ہاتھ ... ہمارے نانا کا ہے۔" نوال نے نتیجہ نکالا۔ نوین ہنس دی۔

"اور تمہارے مردمار کام اسے چڑاتے ہیں ... آگ لگاتے ہیں۔ تمہارے آنے سے پہلے ہم نے اسے اتنا تیار کیا تھا کہ نوال یہاں رہے گی۔ یونیورسٹی میں ایڈمیشن دونوں اکٹھے لینا۔ تمہیں پتا ہے، تمہاری اور اس کی برتھ ڈے میں صرف تین دن کا فرق ہے۔ دونوں لیو ہیں ... مگر تم نے تو آتے ہی دشمنی کی داغ بیل ڈال دی۔"

"لو! مخواہ مخواہ میں نے ... وہی گھر میں ریس دیتا داخل ہوا تھا۔ میں سمجھی کہ ... اور ہماری دوستی نہیں ہو سکتی ... وہ میرے آنے سے اس لیے خوش ہوا ہو گا کہ ایک اور بے بس، بے عقل ڈرپوک کو وہ اپنی آنکھوں سے دکھائے گا، بتائے گا اور میں رہٹ کے بیل کی طرح "جی، جی" کروں گی ہونہہ!" نوال کا تنتنا ہنوز تھا۔

دنیا بہت روشن اور چمک دار دکھائی دے جو آنکھوں پر ہمہ وقت اعتدال کی عینک لگی ہو۔

☼ ☼ ☼

"ہمارے گھر آ کر کیسے فرمائش کر کر کے کھاتا ہے۔ گرم گرم پراٹھے اترتے ہیں اس کے لیے ... نانو نوالے دیتی ہیں منہ میں ... اور یہ ہمیں دے گا ٹھنڈے، بچے کھچے تکے ... خود کیسے موجیں اڑا رہا ہے۔ دوستوں کے ساتھ غل غپاڑہ مچا رہا ہے۔ ویسے بڑا اچھا بنتا ہے دیکھو! ذرا اس کو۔"

نوال کے کہنے اور کر کے دکھانے پر بے خود نے بھی اس کی طرح دیوار کے ساتھ گھٹنے موڑے تھے۔ اور اگر دیوار کی دوسری جانب سے دیکھا جاتا تو ان کی فقط آنکھیں، سر دکھائی دیتا، جبکہ وہ دونوں سب کو دیکھ رہے تھے۔

تین انگیٹھیوں میں کوئلے دہک رہے تھے۔ سیخوں پر بوٹی کباب پروئے ہوئے تھے اور کچھ پر اخفش اور دوسرے دو لڑکے قیمہ چپکا رہے تھے۔ مہارت شاندار تھی۔ دھواں، خوشبو، یم یم ... ٹھنڈی کولڈ ڈرنکس ... اخفش کے علاوہ چھ لڑکے اور تھے۔ بوائز پارٹی ...

عید کے دن شام سے رات گئے تک رشتے دار اور کچھ دوست احباب عید ملنے اور گوشت دینے آتے رہے۔ دوسرے دن زینت بیگم نوین، نوال بے خود کے ہمراہ کچھ عزیز رشتے داروں سے ملنے چلی گئیں۔ واپس آئے تو فضاؤں میں چکراتی باربی کیو کی مست اشتہا انگیز مہک پھیلی ہوئی تھی۔ نوین نے بتایا۔

"اخفش عید کی دوسری رات اپنے فرینڈز کے ساتھ پارٹی کرتا ہے۔"

"ہم بھی چلیں؟"

"پاگل ہوئی ہو ... برا لگتا ہے وہاں۔"

"ارے واہ!" نوال نے چمک کر ہاتھ لہرایا۔ "ہمارے گھر آ کر تو مانگ مانگ کر کھاتا ہے اور ہمیں نہیں

دے گا بھوکا ندیدہ۔"

"یہ نہیں کہہ رہی ۔۔۔ جسٹ بوائز پارٹی ہے۔ ہمارا کیا کام ۔۔۔ وہ دے گا ناں بعد میں۔" نورین نے سمجھایا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے خالہ!" نوال نے منہ بنا کر کہا "اور آپ کہتی ہیں۔ وہ دے گا۔"

"تو آؤ ناں! میں کھانا دیتی ہوں۔" نوین نے تسلی دی۔

"نہیں! مجھے تو وہی چاہیے۔" اس نے ضدی لہجے میں کہا "نو نو! آئی لو باربی کیو ۔۔۔ ہی گرم گرم سیخ سے اتار کر جب منہ جلے ۔۔۔ منہ میں گرم لقمہ اور پھر منہ کھول کر دھواں نکالنا واہ واہ۔" اس نے گویا لطف لیا۔ "اور آپ کے لاڈلے کو چاہیے تھا۔ سب سے پہلے ہمیں دیتا آخر میں بچا کچھا دے گا۔" وہ آگ ہو رہی تھی۔

"اچھا! میں کہتی ہوں اس سے" نوین نے ہار مان لی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" نوال نے سختی سے منع کیا اور فریج سے پائن ایپل کا ٹھنڈا ٹن نکال کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

نوین تھک چکی تھی۔ وہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

☼ ☼ ☼

چھت کی لوکیشن جانی پہچانی تھی۔ اس نے بے خود کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ پلان ٹھیک ٹھاک تھا۔

چھت پر فل والیوم میں ڈیک چل رہا تھا۔ چھت کباڑ خانہ نہیں تھی۔ گملوں پودوں بیلوں کے ساتھ اس کی باقاعدہ آرائش کی گئی تھی۔ ایک چھوٹے سے باغ کا سا تاثر پڑتا تھا۔ انگیٹھیاں نوین اور اخفش کی مشترکہ دیوار کے ساتھ لگی تھیں۔ شومئی قسمت جس ٹیبل پر چٹنی کے ڈونگے کولڈ ڈرنک اور تیار سیخیں رکھی جا رہی تھیں، وہ ہاتھ بھر کے فاصلے پر تھی۔ میٹھے میں رس ملائی تھی مگر دکھائی نہیں دی۔ شاید نیچے فریج میں تھی۔

بڑا ہی سلیقہ مندی والا انتظام تھا۔ لڑکے اپنی آپ کے تحت سب سامان کین سیٹ کے پاس لے گئے۔ تمام سیخیں بھی چلی گئیں۔ صرف پاس والی انگیٹھی رہ گئی تھی۔

نوال چٹنیاں اور کولڈ ڈرنک اڑا چکی تھی۔ یہی تھا، اس نے سرعت سے آٹھ سیخیں اڑا لیں۔ کامیاب ہو چکی تھی۔ بھوک چونکہ بے حد شدید تھی سو وہ وہیں شروع ہو گئے۔ بے خود نے کھانا کھانے کے بعد باقاعدہ بیعت لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ واہ ۔۔۔ لیکن۔

"یار! یہاں تو کوئی سیخ نہیں۔ خالی کوئلے دہک رہے ہیں۔ تم نے رکھی بھی تھیں کہ نہیں ۔۔۔" اچھنبے سے بھرپور آواز گونجی۔

نوال نے سر مزید جھکاتے ہوئے ہنسی ضبط کی۔

"اب آئے گا مزا ۔۔۔" اس نے بے خود کو اشارہ کیا۔ "آہستہ ہنسو۔"

"آنکھیں کھول کر دیکھ ۔۔۔ میں نے خود چھوڑی ہیں کہ ایک سائیڈ سے ذرا کچی تھیں۔ میں نے کہا تھا کیا ابھی پانچ منٹ میں لے آؤں گا۔" یہ اخفش کی آواز تھی۔ وہ غالباً" اٹھ کر آیا تھا اور بھونچکا رہ گیا۔

"ہائیں ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔ میں نے خود رکھی تھیں۔ کیوں زمان میں نے کہا تھا ناں! ایک ٹرپ سے مزے کر کے پھر ایک ساتھ اگلی لگائیں گے؟" اخفش نے گواہی مانگی۔ زمان نے سر ہلایا۔ اس نے کھاتے کھاتے اس انگیٹھی کو دو ایک بار دیکھا بھی تھا۔

"تت ۔۔۔ تمہارے گھر میں یہاں چھت پر کوئی سایہ وایہ تو نہیں ۔۔۔ میری امی کہتی ہیں، شام کو پودوں کے پاس ۔۔۔" موٹے چشمے والا بے حد پتلا فواد کپکپایا۔

وہ ساتوں چھت کے بیچوں بیچ کھڑے تھے۔ آسمان دیکھتے، کبھی ارد گرد۔

اب کوئی بلی کتنی ہی مکار ہوتی۔ دہکتے انگاروں سے سیخ کیسے اٹھا سکتی تھی۔

"ارے، چپ کر بنت رضیہ!" فواد کے ڈرنے پر اسے لتاڑتے ہوئے اخفش کو دفعتاً" احساس ہوا۔

اس نے انگیٹھیاں اس دیوار کے ساتھ اس لیے لگائی تھیں کہ یہاں گملے وغیرہ نہیں تھے۔ چھت کی ساری ارینجمنٹ چاچو نے کروائی تھی۔ ساتھ والی چھت نوین آنی کی تھی۔ ان کی چھت بھی ڈیکوریٹ تھی، مگر اتنی زیادہ نہیں ۔۔۔ اور اس درمیانی دیوار کے ساتھ اس جانب بھی کوئی گملا نہیں تھا، پھر اچانک یہاں گملے کہاں سے آ گئے۔ سمیع بھی اسی نہج پر سوچ رہا تھا۔ وہ اکثر آیا کرتا تھا۔

اور انگیٹھی اس نے ہی سیٹ کی تھی۔ شام کو اس طرف گملے نہیں تھے۔ وہ دونوں یکدم اس طرف بڑھے تو باقی پانچ ڈرپوک فواد سمیت دیوار کے قریب چاپ پیدا کیے بغیر آ گئے۔

اخفش اور سمیع ہی نے جھانکا۔ چھت پر قدرے اندھیرا تھا۔ ہاں! اخفش کی جانب بارہویں کے چاند کی مدھم روشنی میں ہلکا سا سایہ نظر آیا۔

"ہاہ ۔۔۔!" فواد کی نکلتی چیخ پر مانی نے اپنا ہاتھ جمایا۔ وہ تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کسی کا سایہ ہے

"کوئی ۔۔۔ چو چڑیل!"

چڑیل کا سر جھکا ہوا تھا اور گھنگھریالے بال دائیں بائیں بکھرے ہوئے تھے۔ وہ کریمی کھلے پائنچوں والے پاجامے اور اورنج کرتے میں ملبوس تھی۔ اسکارف شانوں پر ٹکا تھا۔ چڑیل کا ایک مددگار جن بھی تھا یا چڑیل کا بچہ۔ دونوں چوکڑی مار کے بیٹھے تھے۔ درمیان میں سیخیں، کوک اور ہری چٹنی کا پورا پیالہ ۔۔۔

دونوں کے ہاتھ اپنے منہ پر جمے تھے۔ بڑے بڑے گرم نوالے نگلتے ہوئے وہ دراصل اپنی کامیابی کی گدگداتی ہنسی سے بے حال تھے۔

"کوک تم لے جانا اور کھڑے بالکل نہیں ہونا۔ ہم بیٹھے بیٹھے پنجوں کے بل چل کر جائیں گے۔ سمجھے۔" اس کی آواز مدھم، پراسرار اور فتح کے نشے سے سرشار تھی۔ مگر۔

اس نے جب سر اٹھا کر اپنے چہرے کے گرد پھیلے جنگل کو پونی میں کسنا چاہا تو فواد کی چیخ نکل گئی۔

نوال اور بے خود نے چونک کر سر اٹھایا تو سات افراد دوسری جانب سے رکوع کی حالت میں دیوار سے جھکے ان دونوں کو بے یقینی اور حیرت سے تک رہے تھے۔

بے خود کا منہ بھرا ہوا تھا۔ وہ آواز بھی نہ نکال سکا۔

اسے کسی نے ہینڈز اپ نہیں کیا تھا مگر اس نے خود ہی ہاتھ اٹھا دیے۔

"او ۔۔۔ ہیلو ۔۔۔ ہائے!" نوال نے فوراً" کہا۔ ساتھ ہی بے خود کی ٹانگ پر ٹانگ ماری کہ ہاتھ نیچے کر لے۔

"بہت مزے کے تھے ۔۔۔ تمہارے ہاتھ میں تو بہت ذائقہ ہے اخفش ۔۔۔ آئی ایم امپریسڈ۔"

"آپ ۔۔۔؟" زمان کی دلچسپی کی حد نہ تھی۔ باقی تو ابھی تک سکتے سے نہیں ابھرے تھے۔

"میں ۔۔۔ پڑوسن ۔۔۔" وہ قطعاً" نہیں مسکرائی، مگر ہونٹ دائیں بائیں پھیلا کر مسکرانے کا تاثر دیا۔

"یہ برتن ۔۔۔" اس نے چٹنی کا ڈونگا اور خالی سیخیں ان کی جانب بڑھائیں، جیسے وہ سب یہی لینے آئے تھے۔ اخفش شدید صدمے کے زیر اثر تھا۔ اس میں ذرا حرکت نہ ہوئی۔ سمیع نے بصد احترام برتن لے لیے۔ بے اختیاری کا عالم کیا خوب تھا۔ اس نے "تھینک یو" بھی کہا۔ (بھلا اس کا تھینک یو بنتا تھا ۔۔۔؟؟؟)

"ویل کم! ہم یہ حرکت کبھی نہ کرتے ۔۔۔ لیکن دیکھئے ناں ۔۔۔ کیا آپ نے سنا نہیں، پڑوس کے کتنے حقوق ہوتے ہیں۔ خالی پیٹ اور اتنی خوشبو ۔۔۔ ہائے! بس اسی لیے مجبوراً" کیا۔ آپ سب کو زیب دیتا ہے کہ آپ کا پڑوسی بھوکا ہو اور آپ سب لوگ موجیں اڑائیں؟"

اس کے جملے میں موجود کاٹ اور انداز کی بے بسی ۔۔۔ چھ کے چھ عرق ندامت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اپنی کل زندگی کے کھانے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اور ساتواں؟

وہ سوچ رہا تھا، وہ ڈوب مر کیوں نہیں جاتا؟

"یار! تمہیں دینا چاہیے تھا۔" سنی کا بس چلتا تو وہ

اخفش کا گریبان پکڑ لیتا۔

"بہت غلط بات ہے یہ..... ورنہ انہیں یہ حرکت کیوں کرنا پڑتی؟" دوسرا طرف دار بھی بولا۔ باقی سب کے سر زور زور سے ہلتے تھے۔ ملامت کی مار.....

"مم..... میں دیتا..... ابھی لگاتا تو سب کے لیے بناتا۔ میں نے پہلے....."

"اس وقت تک ہماری آنتیں "قل ھواللہ" پڑھتیں۔ تمہیں پتا ہے میں نے صبح کا ناشتا کیا ہوا تھا؟" وہ بڑے مان سے بولی۔

سارے دوست حق دق تھے۔ ان کا سیدھا سادہ گولو مولو دوست اور ایک لڑکی نروٹھے پن سے کہہ رہی ہے۔ "تمہیں پتا نہیں میں صبح سے بھوکی؟؟؟؟"

اتنا گھنا دوست..... میسنا..... شکل مومناں۔

اس کی زندگی میں ایک لڑکی.....؟؟؟

اور وہ..... بھی اتنی شان دار' کانفیڈنٹ' طرح دار۔

ہم اسے ایسے ہی شریف' نیک' بے ضرر سمجھتے رہے۔ ایسی پڑوسن ہائے.....! اور بات کہاں تک بڑھی کہ گلے شکوے پر آگئی۔ اخفش کی چھت پر پری..... گھنگھریالے بالوں والی پری۔

چھ کے چھ اپنے اپنے انداز سے سوچ رہے تھے گویا سر پیٹ رہے تھے۔

"بعد میں دیتے..... جھوٹا مُوٹا..... ہونہہ!" وہ پکی سہیلیوں کی طرح منہ بنا کر بولی۔

"نہیں..... نہیں۔" اخفش کے ساتھ سارے کورس میں بولے۔

"اچھا! ویسے تو میرا پیٹ بھر گیا..... مگر یو نو..... اگر بُرا نہ لگے تو بوٹی والے سیخ دے دو۔ ہمارے ہاتھ تو قیمے....." اس کا جملہ ابھی ادھورا تھا۔

چھ کے چھ اوندھے سیدھے گرتے پڑتے کین کی کرسیوں کی جانب بڑھے..... سب کے ہاتھ میں دو..... دو سیخ۔

"او تھینک یو..... بس دو کافی ہیں۔" اس نے سمیع سے ایک لی..... پھر مانی سے بے خود کے لیے۔

"رس ملائی بھی ہے..... لاؤں؟" فواد کی باریک آواز نکلی۔

"اب آپ کہہ رہے ہیں تو لے آیئے..... کیوں بے خود کھاؤ گے ناں؟"

"جی..... جی!" بے خود کی بے خودی عروج پر تھی۔ کوک پینے سے لگی تھی۔ منہ ٹھنسا ہوا ایک ہاتھ میں سیخ اور رس ملائی آ رہی تھی۔

"نانو اور خالہ کو دے جانا..... وہ ٹھنڈا کھا لیتی ہیں..... مجھے پسند نہیں..... آئندہ دھیان رکھنا۔" وہ شاہانہ انداز سے کہہ کر واپسی کے لیے مڑی۔

"آئندہ؟" چھ بندوں کا کورس۔ وہ کھینچ کر اخفش کے چہرے کے آگے کھینچے تھے۔

"بول گھنے..... بول..... میرے سامنے والی کھڑکی میں....."

دوسری تان..... "میری نئی پڑوسن دیکھو۔"

"جو ہو گیا تھا۔ وہ برا تھا....." اخفش نے سوچا۔ "جو ہونے والا تھا' وہ یقیناً "بہت برا تھا۔" اس کے دوست..... اب وہ کیا کیا صفائیاں دے یا برائیاں کرے..... یا..... ہائے۔

☼ ☼ ☼

"اپنے بال نوچ ڈالے اس نے..... دیواروں سے ٹھوکریں مار رہا تھا کہہ رہا تھا' نوال نے اتنا زچ کیا۔ تنگ۔" نوین نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"لو خوامخواہ..... ہمارا اصل جرم صرف یہ ہے کہ ہم پکڑے گئے۔ ورنہ ہم نے کیا ہی کیا ہے اور اس واقعہ سے یہی سبق سیکھا ہے نوال ضمیر نے کہ جائے وقوع سے جلد از جلد غائب ہو جانا چاہیے۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ کیا کر لیتے..... مان لیتے کوئی رات کی رانی' موتیا کی چڑیل کا کام ہے۔"

"ہاں! تکے کباب کھانے والی چڑیل....." نوین نے ٹکڑا جوڑا۔

"ویسے اس بور اخفش کے دوست مزے کے تھے۔ ایک پتلا دبلا' بالکل اپوزٹ موٹا چشمہ' کپکپا رہا تھا اور اس کا نام رکھا انہوں نے..... بنت رضیہ ہی ہی ہی۔" وہ یاد کر کے مسلسل ہنس رہی تھی۔ نوین فواد کو جانتی تھی۔ اس کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دونوں ہنس رہی ہو۔ وہ اور خفا ہو گا..... اور یہ بے خود کب سے اتنا مکار ہو گیا۔ کیسے شانہ بہ شانہ چلا..... پوچھتی ہوں اسے بھی۔" زینت بیگم کو اخفش بہت لاڈلا تھا۔

"وہ میرا رائٹ ہینڈ ہو گا۔ ہم عنقریب باقاعدہ تقریب رکھیں گے "گنڈا باندھنے کی۔ وہ میری شاگردی میں آنے کو بے تاب ہے۔" نوال کی بے نیازی عروج پر تھی۔

"تم نے اچھا نہیں کیا نوال! ناراضی میں بھوکا رہنے لگتا ہے۔ پھر کمزور ہو جاتا ہے وہ۔"

"ادھر اب آئے گا نہیں۔ اس کے دوستوں نے بہت تنگ کیا۔ عجیب و غریب باتیں کر رہے تھے۔ تم تو لڑکوں کی فطرت جانتی ہو ناں....."

"تو اسے کیا ضرورت ہے ایسی ویسی فطرت والوں سے دوستی کرنے کی؟" اس نے الٹا اس کی غلطی پکڑی

"پہلے تو انکار کرتا رہا۔ غلط فہمی کہہ کر نفی کی۔ مگر دوست تو..... اخفش کے گھنے پن سے شاک میں تھے۔ لے۔ جی بھر کے رگیدا۔ جب صفائی دے دے ہار گیا تو اپنے ہی گھر کی دعوت سے کرسیوں کو ٹھوکر مار' نیچے اتر کر کمرے میں بند ہو گیا۔

اس کا ری ایکشن زیادہ اوور تھا یا پھر شاید ان سب سے زیادہ ہو گئی تھی۔ وہ معذرت کرتے نیچے آئے۔ مگر اس نے دروازہ نہ کھولا۔

دادی بیگم کے سامنے بے خود کو کھڑا کر کے بیان سنوایا۔

اور اب نوال کی گوشمالی ہو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

زینت بیگم آنسو پونچھ پونچھ نہ تھکتی تھیں۔ نوین بھی بہت ڈھیلی سی صوفے میں دھنسی تھی۔ نوال بڑے سے بیگ کو گھسیٹ کر لاؤنج میں لے آئی۔ وہ جب آئی تھی تو چھوٹا سا بیگ تھا اور اب واپسی پر کراچی سے کی گئی شاپنگ کا ڈھیر..... اسے صبح گیارہ بجے گھر سے نکلنا تھا۔ رات ہی پیکنگ کر لی تھی۔ ابھی ناشتا کرنے کے بعد سب سامان تیار کر کے تیار تھی۔

"تمہارا دل نہیں لگا ناں..... اسی لیے جا رہی ہو۔" نوین کے آنسو بہہ نکلنے کو تیار تھے۔

"کس نے کہا میرا دل نہیں لگا..... مجھے دل لگانا آتا ہے..... اور نانو آپ بلا لیں اپنے لاڈلے کو..... میں نے سوچا ہے کہ جاتے وقت تو میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ آپ لوگ مجھے گاڑی میں چھوڑ سکتی ہیں۔ مگر پھر واپسی میں آپ لوگ تنہا ہوں گی۔ گاڑی رک گئی یا کچھ اور..... تو آپ لوگوں سے ہینڈل نہیں ہو گا۔ خوامخواہ کا مسئلہ' پھر ایئرپورٹ بہت دور بھی ہے..... مجھے فکر رہے گی۔"

"وہ خفا ہے۔ کبھی نہیں آئے گا اور وہ بھی تمہارے کام سے....."

"میرے جانے کا بتائیں..... سر کے بل آئے گا۔ بلا جو سر سے ٹلے گی۔ واپسی میں آپ کو خوشی کے مارے آئس کریم نہ کھلائی تو کہیے گا۔" نوال کا تجزیہ ستھرا تھا۔

"تو تمہاری وجہ سے دوستوں سے خفا ہو گیا سب سے کٹ کر بیٹھا ہے۔" زینت بیگم نے گلہ کیا۔

"توبہ نانو....." اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔ "بندے کی بات میں اتنا اثر ہونا چاہیے..... بات مدلل ہونی چاہیے کہ جو کہا ہے' وہی صحیح ہے۔ اسی کو مانو..... پرسنالٹی یوں ہونی چاہیے کہ آپ کا کہا حرف آخر ہو اور کسی کو اپنی مرضی کی زیر زبر لگانے کی ہمت نہ ہو۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں نوال! بچپن کے کچھ مسائل....."

"بچپن ختم ہو گیا ہے خالہ!" اس نے صاف گوئی سے ٹوک دیا۔

"اگر اتنا ہی دکھی ہے اور اس سے اتنی معمولی بات نہیں ہو سکتی تو میں اس کے دوستوں سے ایک ملاقات کر کے کہہ دیتی ہوں کہ اخفش ایک نیک' شریف'

باکردار، نگاہیں زمین پر ٹکا کر چلنے والا مرد مومن ہے اور مجھے تو جانتا تک نہیں اور۔۔۔"

"اب بس کرو۔۔۔" نوین کی نگاہ پھر پیگز پر تھی۔

نوال کو ابھی بہت دن رہنا تھا۔ پھر اسے جامعہ میں داخلہ وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا۔ مگر قریبی فیملی فرینڈز کے گھر اچانک شادی کا شور اٹھا۔ ثنا تینوں کی دوست تھی۔ منگیتر اچانک باہر سے آگیا۔ سو گھر والوں نے شادی کا ارادہ کرلیا۔

نوال گویا سر پر پیر رکھ کر بھاگ رہی تھی۔

"میں آؤں گی نانو۔۔۔ شادی کے فوراً" بعد۔۔۔ قسم سے۔"

"تمہارا دل نہیں لگا ناں۔۔۔؟" زینت بیگم کی ایک ہی گردان تھی۔ نوین ہم خیال۔۔۔

گہری خاموشی، اداسی!

نوال بھی خاموش تھی۔ وہ کیسے تسلی کروائے، پھر اسے دھیان آیا۔

☆ ☆ ☆

اخفش نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ دوستانہ مسکراہٹ لیے دروازے پر کھڑی تھی۔

"اندر آنے کو نہیں کہو گے؟"

"تم کیا اجازت بھی طلب کرتی ہو؟"

"نہیں۔۔۔ ہاں! اگر کوئی راستہ روکے کھڑا ہو تو۔۔۔ مانگنی پڑ جاتی ہے۔ ے آئی کم ان۔۔۔ ویسے اکیلے ہو یا۔۔۔؟"

"یوں تو بڑی بولڈ بنتی ہو۔۔۔" اس نے فوراً" جتایا۔ "ہر فن مولا۔۔۔ بہادر۔"

نوال کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"بہادر ہونے اور بے وقوف ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میرا اس وقت اکیلا پوچھنا یوں ہے کہ تمہارے دوست وغیرہ تو نہیں ہیں ناں؟"

"تم دوستوں کا خیال کرتی ہو کیا؟" اس نے فوراً" طعنہ دیا۔

"بالکل کرتی ہوں۔۔۔ تو پھر جاؤں یا تم اندر آنے دو گے؟" اس نے سادگی سے اس کا چہرہ کھوجا۔

"او۔۔۔ آؤ۔۔۔ آؤ۔۔۔ آجاؤ۔"

اخفش کے راستہ دیتے ہی وہ ترنت اندر آگئی۔

"اندر چلیں۔۔۔ یا یہیں لان میں۔۔۔؟"

"جہاں تم بتاؤ۔۔۔ ویسے تمہارا لان بھی بہت خوب صورت ہے، باغ جیسا۔" وہ کہتے کہتے سنگی بینچ پر بیٹھ گئی۔ اخفش کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اب دونوں بینچ کے سروں پر درمیان میں خوب خالی جگہ چھوڑ کر بیٹھے تھے۔

"میں جا رہی ہوں۔۔۔ فلائٹ ہے دو بجے کی۔۔۔ شادی آگئی ہے اچانک ہمارے فیملی فرینڈز ہیں۔۔۔ سوچا تم سے ایکسکیوز کرلوں۔۔۔"

"ایکسکیوز فار واٹ۔۔۔"

"ایکسکیوز فار ایچ تھنگ۔۔۔ تم میری وجہ سے کافی خفا رہے۔ آئی ایم سوری! بٹ میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں۔۔۔ بلکہ تھینک فل ٹو یو کہ تم نانو اور خالہ کا اتنا خیال رکھتے ہو۔۔۔ لیکن خیر! وہ تم سے بہت محبت بھی تو کرتی ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"میں نے بہرحال تمہیں جان بوجھ کر کبھی تنگ نہیں کیا جبکہ تم نے۔۔۔"

اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ہدایت کے مطابق بے خود خان چھوٹے گیٹ سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی جو نانو نے اپنے لاڈلے کے لیے سجائی تھی۔ وہ اسے لیے سیدھا کچن میں چلا گیا۔

"میں جانتی ہوں تم مجھے پسند نہیں کرتے۔" وہ بات اس سے کر رہی تھی، مگر چہرہ بے تاثر اور نگاہیں سامنے کیاری پر ٹکی تھیں۔

اخفش کو ایک دم شرمندگی نے گھیر لیا۔

مہمان تھی بیس بائیس دن کے لیے۔۔۔ اسے اتنا اوور ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آخر اس کو چلے ہی جانا تھا۔ اب چند روز کے لیے آنے والا اپنی عادتیں، فطرت، خیال تو نہیں بدل سکتا ناں۔ وہ زندگی میں جب اس کے بارے میں سوچے گی، اچھا تو سوچے گی۔ مجھے سوری کہنا چاہیے۔"

"اور سچ یہ ہے کہ میں بھی تمہیں پسند نہیں کرتی۔۔۔" یہ صاف گوئی تھی یا۔۔۔

"دھت تیرے کی۔۔۔" ہے ناں مکار لومڑی۔۔۔ ابھی میرے دل میں شرمندگی پیدا کی اور ابھی کیسے اپنا ہی پیر اوپر رکھ دیا۔۔۔ خبردار! اخفش انعام جو تم ذرا بھی شرمندہ ہوئے۔"

"لیکن ہمارا ایک دوسرے کو پسند کرنا، نہ کرنا ناٹ امپورٹنٹ تھنگ از کہ ہم دونوں کی توجہ کا مرکز ایک ہی ہے۔ ہم دونوں کی لڑائی کی وجہ بہرحال! نانو اور خالہ کی بہتری ہی تھی۔۔۔ تمہارا اپنا طریقہ اور میرا اپنا طریقہ۔۔۔ ہم دونوں میں کوئی قدر مشترک نہیں۔۔۔ مگر ایک بات۔" وہ گردن موڑ کر اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"ہم دونوں نانو اور خالہ سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ ان کی پروا کرتے ہیں۔ بلکہ اگر نمبر دیے جائیں تو۔۔۔" وہ رکی "تمہیں زیادہ ملیں گے۔"

اخفش کے چہرے پر مسکراہٹ پہلی بار چمکی۔

"بیگم صاحبہ نے بولا تھا، ناشتا ابھی کرلیں۔۔۔ نوال باجی! آپ کے لیے جوس بھی بھیجا اور لاؤں یا گھر چل کے۔۔۔" وہ باقاعدہ اخفش سے منہ موڑے کھڑا تھا۔

اخفش کی جان پھر جل گئی۔ "بھائی جان، بھائی جان۔" کرنے والا اکثر اسے گھورتا پایا گیا تھا۔

"نہیں، یہیں! پی لیتے ہیں۔ ہمیں اپنا گھر نہ دکھاؤ گے۔ خالہ کہہ رہی تھیں تم صرف چھت اور لان پر فدا ہو رہی ہو۔ کبھی اندر سے گھر دیکھنا۔" اس کے چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ اور اشتیاق تھا۔

وہ پہلی بار گھر آئی تھی۔ اخفش کو تو خود دعوت دے کر بلانا چاہیے تھا، مگر ایسے تعلقات بن ہی نہ سکے۔

"آؤ۔۔۔ اندر چلتے ہیں۔" وہ فوراً" کھڑا ہو گیا۔ نوال کے پیچھے پیچھے باڈی گارڈ۔۔۔ بے خود خان۔

"واؤ۔۔۔" پہلے مرحلے ہی پر نوال کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔

وہ گردن اٹھائے چار اطراف گھومتے ہوئے بری طرح امپریس ہو چکی تھی۔ سجاوٹ، ذوق، صفائی و سلیقہ مندی ہر شے سے ٹپک رہی تھی۔

"یہ سب کس کا کمال ہے؟"

"سب کا۔ آل فیملی ممبرز۔" وہ پہلی بار کھل کے مسکرایا۔

وہ سیاہ و سرخ کیبنٹ اور سلیب سے آراستہ کچن میں کھڑا تھا اور ناشتے کے لوازمات دیکھ کہ بھوک چمک اٹھی تھی۔

"تم جوس لوگی یا ناشتا۔" نوال سوچ میں پڑ گئی۔ اخفش نے پل بھر میں فیصلہ کرلیا۔

اس نے بے خود کو سیب چھیلنے کا اشارہ کیا۔ جسے اس نے نوال باجی کی جانب دیکھنے کے بعد بحالت مجبوری قبول کیا۔ چھوٹے ساس پین میں میکرونی ابالنے رکھ دی۔ سیب کے کیوب کٹ گئے تو انگور، آم کے چھوٹے کیوبز اور ٹیٹرا پیک کریم میں چینی پھینٹ کر اس نے منٹوں کے اندر فروٹ سلاد تیار کرلی تھی۔

"میں نے تمہیں اکثر فروٹس ہی کھاتے دیکھا ہے۔" اس نے توجیہہ پیش کی۔

"ویری گڈ۔۔۔" نوال نے سراہا۔ "مگر وہ فروٹس اتنی ملائی کے بغیر ہوتے ہیں۔"

"او سوری۔۔۔ ڈائٹ کانشس؟"

"ناٹ مینشن بٹ لیس۔۔۔" وہ پیالہ پکڑ کر ٹہلنے لگی۔ دیواروں پر کثرت سے تصاویر تھیں۔ اسے افسوس سا ہوا، وہ پہلے کیوں نہ آئی۔ دیوار گیر آرائشی اشیا نوادرات میں شمار کی جاسکتی تھیں۔

اس نے جس جس چیز کو چھوا، وہ گرد مٹی کے بغیر تھی اور اس کی معلومات کے مطابق گھر میں کوئی عورت، یہاں تک کہ ملازمہ بھی نہیں تھی۔

"ان سب چیزوں کو مین ٹین کون رکھتا ہے؟ آئی مین! تمہاری دادی تو حج کے لیے۔۔۔"

"وہ ہوتیں بھی تو کچھ نہیں کرتیں۔ تمہیں آنی نے بتایا نہیں، وہ پیرالائز ہیں؟ یہ سب کام ملازمہ کرتی ہے۔ ہاں! اس کے سر پر ہم کھڑے ہوتے ہیں۔ اب آج کل تو ملازمہ ہی نہیں ہے تو میں ہی کرتا ہوں۔"

"تو تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ یہ موجودہ صفائی

ستھرائی تمہارا کمال ہے؟" وہ بہت دل سے مسکرائی۔
"ہاں ہے..... تو؟" وہ اتنی جان دار مسکراہٹ سے کوئی معنی اخذ نہ کر سکا۔
"میں تمہیں ایکسپلین کر سکتی ہوں کچھ چیزیں۔" وہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔
"کون سی چیزیں.....؟"
"تم یہ عورتوں والے کام سجانا' اٹھانا' سنبھالنا' صفائی جھاڑ پونچھ خود کیوں کرتے ہو؟"
"یہ کیسا سوال؟"
"تم جواب دو..... بس۔"
"ابھی تو بتایا ہمارے گھر میں دادو کے علاوہ اور کوئی عورت نہیں... اور دادو پیرالائز ہیں تو اب ہم گرد کے ڈھیر پر تو نہیں بیٹھیں گے ناں...! اور صفائی رکھنے اور کرنے میں کیا عار....."
"یعنی تم یہ سب اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں شوق ہے اور مجبوری بھی.....؟"
"ہاں! شوق بھی اور مجبوری بھی..... صفائی نصف ایمان ہے۔ دوسری جماعت کے اردو کے قاعدوں میں لکھا ہے۔ تم نے نہیں پڑھا۔" وہ بے فضول سوالوں سے عاجز آگیا۔
"بالکل! پڑھا ہے۔"
"آئی ایم ایٹین ایئرز اولڈ" (میری عمر اٹھارہ سال ہے) وہ شروع ہو گئی۔ اخفش نے الجھ کر اس کی صورت دیکھی۔ وہ ناشتا شروع کر چکا تھا۔
"میں آٹھ سال کی تھی' جب میرے ڈیڈ روڈ ایکسیڈنٹ میں پیرا لائز ہو گئے۔ ان کی' ٹانگیں گھٹنوں کے پاس سے کاٹ دی گئیں۔ وہ وہیل چیئر پر ہوتے ہیں تب سے آج تک..... بہت چھوٹی تھی میں۔ بڑی دونوں بہنیں مشعال آپی اور گلال ہم عمر ہیں' جبکہ میں بہت بعد میں پیدا ہوئی۔ مشعال آپی ڈاکٹر ہیں اور گلال آپی جرنلزم میں ماسٹرز کے بعد ایک چینل میں کام کرتی ہیں۔
ڈیڈ کے ایکسیڈنٹ کے وقت وہ ینگ گرلز تھیں۔ اسکول کے لاسٹ ایئر..... ممی ہاؤس وائف..... ایبٹ آباد کے ماحول میں وہ گھر سے باہر بھی نہیں نکل پاتی تھیں..... ڈیڈ جسمانی ٹوٹ پھوٹ سے زیادہ نفسیاتی گرہوں کا شکار ہو چکے تھے' وہ باقاعدہ روتے تھے۔ جھک جھک کر گھٹنوں کے نیچے اپنے پیر ٹٹولتے تھے اور پھر دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔
چڑچڑے' افسردہ' خاموش یا پھر چیختے چلاّتے..... وہ ممی کو' آپیوں کو کسی کو اپنے گرد برداشت نہیں کرتے تھے۔ میں چھوٹی تھی اور ان سے بہت پیار کرتی تھی۔ وہ چاہے جو بھی برتاؤ کرتے میں ان کے پاس سے نہیں ہٹتی تھی۔
میں نے ڈاکٹر انکل سے کہا' آپ میری ٹانگیں کاٹ کر ڈیڈ کو لگا دیں.....
"تو پھر آپ کیسے چلو گی بیٹا.....!" وہ بولے تھے۔
"ڈیڈ مجھے گود میں اٹھالیں گے..... میرے پاس یہی حل ہے انکل..... میں چھوٹی ہوں ناں! ڈیڈ آرام سے مجھے گود میں لے کر موو کر سکتے ہیں' جبکہ ڈیڈ بڑے ہیں میں انہیں گود میں بھر کر نہیں گھوم سکتی۔ میرے ہاتھ چھوٹے ہیں ناں۔" میں نے اپنے بازو سامنے کر دیے۔
"اور پھر جب تم بڑی ہو گی تو تب کیا کرو گی۔"
"جب میں بڑی ہوں گی تو گھٹنوں کے نیچے سے ٹانگیں بھی بڑی ہو جائیں گی ناں! مجھے تو ابھی بہت بڑا ہونا ہے۔ ڈیڈ تو اب بڑے نہیں ہو سکتے۔ ڈیڈ کی نئی ٹانگیں نہیں آسکتیں..... میری آجائیں گی۔"
ان فضول' بے معنی باتوں کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ایک آٹھ سالہ بچی کی فکر کا انداز.....
"مگر ڈیڈ پر یہ مکالمے جادو اثر ثابت ہوئے..... وہ یکدم بدل گئے..... میرے دوست بن گئے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔
"مجھے بہت جلد احساس ہو گیا کہ ٹانگیں کاٹ کر لگائی نہیں جا سکتیں' مگر میں ان کے پیر بن کر چل تو سکتی ہوں ناں۔ میں ان کی جگہ نہیں لے سکتی' مگر عارضی طور پر خالی سیٹ پر بیٹھ جانے میں کیا حرج ہے۔"
اخفش ناشتا کرنا چھوڑ چکا تھا۔ وہ شاید سانس بھی

نہیں لے رہا تھا۔ البتہ نوال کے چہرے پر پرسکون ندی جیسی خاموشی تھی۔ وہ سامنے دیوار کو دیکھتے ہوئے یوں بول رہی تھی' جیسے کوئی سبق پڑھ رہی ہو۔
"امی سبزی گوشت کی محتاجی سے بیٹھی تھیں۔ بل بھرنے سے رہ جاتے' خراب استری ٹھیک کروانے کون جائے؟ بجلی کے چھوٹے موٹے کام.....
میرے ڈیڈ ایک گھر گر ستی والے آدمی تھے' مطلب وہ بینک میں کام کرتے تھے اور چھٹی ہوتے ہی گھر میں گھستے تو اگلی صبح ہی باہر نکلتے..... گھر میں سو کام..... ورنہ اپنی لاڈلی بیٹیوں کو گود میں بٹھا کر ہوم ورک کروانا یا کارٹون دیکھنا بھی تو کتنا اہم کام ہوتا تھا ان کے لیے۔
لمبی کہانی ہے اخفش انعام..... کبھی سناؤں گی تفصیل کے ساتھ.....
مگر.....
ہمارے گھر میں کسی بھی انسان کا آنا منع ہو گیا۔ انہیں ہر شخص دشمن دکھائی دیتا۔ مکینک آکر بھید لے کر جائے گا' اس گھر میں ایک معذور آدمی اپنی بیٹیوں کے ہمراہ رہتا ہے۔
دودھ والا مخبر بنے گا۔ اخبار والا اخبار پھینکتے خود بھی دروازہ پھلانگ لے گا۔ انہیں اس ٹراما سے ابھارنے کے لیے ہر بندے نے محنت کی' اپنے حساب سے۔ دوست' ہمارے چچا' ممی..... دوبارہ بینک جوائن کیا اور... میں کیا کر سکتی تھی۔ ان کی ٹانگیں تو نہ بن سکی' بازو بن گئی۔
گھر کے چھوٹے چھوٹے کام جو وہ پہلے خود کرتے تھے۔ نجانے کب میں ان سب میں ماہر ہو گئی۔
میری خود اعتمادی نے ڈیڈ کا اعتماد بحال کیا۔ کون کون سے کام ہیں جو مجھے نہیں آتے... میں تو گھر میں گھسنے والے چور کو گن سے زخمی کر کے گرفتار تک کرا چکی ہوں۔
میرے یہ سارے اعمال بالکل اسی طرح سمجھے جا سکتے ہیں اخفش انعام..... جیسے تم اپنی دادو کے پیرالائز ہونے پر سلیقہ مند عورتوں کی طرح گھر کو سنبھال سکتے ہو۔ اس سے تمہاری مردانگی پر کیا حرف آئے گا؟ کیا یہ اچھا لگتا کہ تم گند کے ڈھیر پر براجمان رہتے کہ جی صفائی ستھرائی عورتوں کا ڈپارٹمنٹ ہے۔ مردوں کو مردوں والے کام کرنے چاہئیں صفائی نصف ایمان ہے' دوسری جماعت میں پڑھا تھا۔" آخر میں وہ شریر ہو گئی' مسکرا دی۔
اخفش مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے بھی نہ دے سکا۔
بے خودی آنکھیں لبالب بھری تھیں۔
"اور تمہارے ڈیڈ اب کیا کرتے ہیں؟"
"انہیں کیا کرنا ہے' بینک جاتے ہیں۔ ریٹائر ہونے والے ہیں' بڑی آپی کی رخصتی کے بعد یہاں کراچی شفٹ ہوں گے۔ گلال کی جاب وغیرہ ہے..... کراچی میں تمام بڑے چینلز کے ہیڈ آفس ہیں ناں۔
فل کانفیڈنٹ..... بریو مین..... آئی لو مائی ڈیڈ.....

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

میں عبد القادر ہوں
ثروت نذیر
قیمت -/225 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار' کراچی۔ فون نمبر: 32735021

اور جہاں تک تمہارا سوال ہے میں نے کبھی تمہیں جان بوجھ کر نہیں چڑایا۔ میں ایسی ہی ہوں جبکہ تم نے ....." اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"جبکہ تم نے ..... میں نے کیا کیا؟" اخفش نے ادھورے جملے کی تفصیل مانگی۔

"ابھی رہنے دو ..... میں جا رہی ہوں ..... ابھی ابھی بائے۔"

"نہیں، نہیں! تم بولو..... میں نے کیا کیا؟" وہ مصر ہوا۔

نوال گردن پیچھے گرا کے ہنس دی۔ وہ جتاتی نگاہوں سے بے خود کو دیکھ رہی تھی۔ ایک اسی کو تو اس نے راز میں شریک کیا تھا۔

اخفش نے دونوں کی صورتیں دیکھیں ..... بے خود بھی جانتا ہے..... مگر کیا؟

"تم نے..... تم ہماری موٹر کی بیلٹ کاٹی..... تم نے ..... ہمارے پردے کی ریلنگ اکھاڑی ..... پردہ پوری طاقت سے کھینچ کے..... تم نے ہمارے گھر کے مین پلگ کے تار کاٹے اور..... " وہ قصداً رکی۔

"اور آپ امارے بکروں کو بھی مار دیتے اگر ام نگرانی نہ کرتے..... یا نقصان پہنچاتے۔" بے خود کا تو ایک ہی گلہ تھا۔

"یہ..... یہ کس نے کہا؟" وہ تڑپ اٹھا۔

"بی بی نے اور کس نے..... آپ انتقام کی آگ میں جل رہے ہوں گے اس لیے....."

"دماغ خراب ہے..... جانوروں کا کیا قصور؟" وہ بھنا گیا۔ (اس نے غصے میں باقی سب کا اعتراف کر لیا گویا .....)

"ہم اپنے جانے انجانے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگنے آئے ہیں اور تم کردہ، جانے پہچانے کی بھی معذرت نہیں کرتے؟" نوال ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر تسلی سے بیٹھی۔

"ہم نے ایک بار بھی تمہیں جان بوجھ کر ہٹ نہیں کیا۔ جبکہ تم نے باقاعدہ پلاننگ سے....." نوال نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ یہ سب میں نے کیا ہے؟ ایسے کام تو گھروں میں نکلتے ہی رہتے ہیں۔"

"مجھے ایسے پتا کہ میرا ضمیر ابھی زندہ ہے اور یہ میں نے اپنے باپ کے لیے نہیں کہا۔ ضمیر مطلب میری عقل، سمجھ بوجھ، اندازہ قیافہ، گمان..... میرا اندر۔" وہ زور سے ہنس دی۔

اخفش فوراً ناشتے پر جھک گیا..... شاید جھینپ مٹانے کو۔

نوال اٹھ کر سامنے والی دیوار پر لگی تصاویر کے پاس آ رکی۔ وہ سب ایک ہی بندے کی تھیں۔

بے حد اسمارٹ، خوش شکل، نہیں بلکہ خوب صورت جوان۔

"یہ کون؟"

"میرے چچا ہیں اخطب اشتیاق۔"

"بہت اسمارٹ ہیں۔ میرڈ ہیں کیا؟ کہیں حج پر گئے ہیں ناں...؟"

"ہوں! ابھی گئے ہیں۔"

"فیملی کے ساتھ....؟"

"نہیں! میرڈ نہیں ہیں۔"

"اتنا ڈیشنگ بندہ اور ابھی تک کنوارا.....؟" نوال ہر تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

"ارے سنو! اتنا ہینڈسم بندہ اور ابھی تک شادی نہیں کی۔ کمال ہے! کیوں نہیں کی؟" وہ سچ مچ حیران تھی۔

"تمہاری خالہ بھی اتنی خوب صورت، اسمارٹ ہیں۔ انہوں نے ابھی تک شادی کیوں نہ کی؟"

اخفش نے الٹا ایک بالکل الگ سوال جڑ دیا..... جلا سڑا انداز..... بے زار سا۔

"پپ..... پتا نہیں ..... میں نے کبھی سوچا نہیں، مطلب غور نہیں کیا۔" نوال ہکلا کر بولی۔

"جا کر پہلے اس سوال کا جواب لاؤ۔" وہ بڑا سا لقمہ منہ میں ٹھونس کر بولا۔

نوال کچھ نہ سمجھی..... پھر یکدم کلک سا ہوا۔

"یعنی اس میں کچھ بات ہے؟" وہ چلائی۔

"اور وہی اصل بات ہے۔" اخفش نے پانی کا بڑا گھونٹ حلق سے اتارا۔

"واقعی؟"

"جی ہاں....."

"مگر ایسا کیوں.....؟"

"ویسے بڑی عقل مند، ہر فن مولا بنتی ہو۔ معلوم کرو ناں!" وہ شاید اکسا رہا تھا۔

"کیا تم وہی کہنا چاہتے ہو جو میں سمجھ رہی ہوں۔" نوال بے یقینی کی انتہا پر تھی۔

"ہو سکتا ہے۔" اخفش نے شانے اچکائے۔

"پھر خالی خولی معلوم کیوں کرنا..... ہم تو انجام پر یقین رکھتے ہیں۔"

"ہیپی اینڈ کی بات کر رہی ہو ناں؟؟؟ جب تک اینڈ ہیپی نہیں ہو گا۔ ہم کہانی کا انجام لکھیں گے ہی نہیں۔" اس پر جیسے یکدم انکشافات کے در وا ہو گئے تھے۔

اخفش کو پہلی بار نوال کا جملہ اور خود اعتمادی جی بھر کے بھائی۔

وہ ایک تصویر اتار کے بغور دیکھ رہی تھی۔

"آر یو شیور؟"

"یس! آئی ایم....." وہ مسکرائی۔ اخفش نے کچھ سوچ کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"فرینڈز؟"

نوال سوچ میں پڑ گئی۔ وہ بڑھے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔

"یس فرینڈز....." اس نے ہامی بھر لی۔ مگر ہاتھ نہ بڑھایا۔ وہ ذرا سا خمیدہ ہو گئی تھی۔

اخفش ذرا سا جھینپ گیا، مگر اگلے ہی پل اسے نوال کا اپنے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا پسند آ گیا تھا۔ وہ بھی جاپانی اسٹائل میں جھک گیا۔

"لیکن تم تو جا رہی ہو....." اخفش کو یکدم دھیان آیا۔

"لیکن میں واپس آنے کے لیے جا رہی ہوں۔" اس نے یقین سے کہا۔

"مجھے واپس تو آنا ہی تھا۔ پہلے نانو اور خالہ کی تنہائی کے خیال سے اور اب....." اس نے ڈرامائی وقفہ دیا۔

"اور اب تنہائی ختم کرنے کے یقین سے..... ٹھیک ہے ناں؟"

"کیا تم کر لو گی؟" اخفش تمام سیاق و سباق سے آگاہ تھا۔

"کیا تمہیں اب تک میری صلاحیتوں کا یقین نہیں آیا؟" نوال کھلکھلا کر ہنس دی۔

اخفش خاموش ہو گیا۔ اس کا سر جھک سا گیا۔ اسے اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ وہی مردانہ انا..... تسلیم کرنے کا دل ہی نہیں کرتا۔

نوال کی رکتی ہنسی ایک بار پھر شروع ہو گئی۔ وہ بے خود کو اشارہ کرتی باہر نکل گئی۔

اخفش ہلتے پردے کو تکتا رہا پھر اس نے چاچو اخطب کی تصویر اٹھا لی بے ترتیبی برداشت نہ تھی۔ اسے جگہ پر لگانا تھا۔

چیزوں کو صحیح ٹائم پر ہی جگہ پر لگا دینا چاہیے اور اگر وہ نوال کے یقین پر یقین کرے تو ابھی ٹائم باقی تھا۔

سو قارئین! آپ سب بھی انتظار کریں کہ نوال واپس آئے اور اس گتھی کو سلجھائے کہ.....

اخفش کے اتنے شدید قسم کے اسمارٹ ڈیشنگ چاچو نے اب تک شادی کیوں نہ کی۔

اور اس سوال کا جواب ڈھونڈے کہ اتنی حسین شاعر کی غزل، نظم کے عنوان، مصنف کے گمان جیسی خالہ ابھی تک کنواری کیوں پھر رہی ہیں؟

تو آپ بھی اخفش کی طرح دن گن رہی ہیں ناں۔

ایک..... دو..... تین..... نوال کی صلاحیتوں پر یقین تو ہے ناں؟؟؟